امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 26 مورخہ ۱۴؍ذی قعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۶؍جولائی ۲۰۲۰ء روز سوموار

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ حضرت امیر شریعت سے ایک یادگار ملاقات
■ شخصیات وانتقادیات
■ امیر شریعت رابعؒ ....
■ اولیا کرام کی قابل تقلید زندگی
■ انصاف کو انصاف چاہئے
■ پولیس کی حیوانیت پر سماج کی خاموشی
■ اخبار جہاں، طب وصحت، ہفتہ رفتہ
■ ملی سرگرمیاں

بین السطور

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

تعلیمی فکرمندی

لاک ڈاؤن نے جن شعبوں کو سب سے زیادہ متاثر کیا اور جس سے گلوخلاصی کی شکل اب تک نہیں بن پائی، ان میں ایک شعبہ تعلیمات ہے، اسکول، کالج، مکاتب ومدارس سب بند پڑے ہیں، اور لڑکوں کا وقت ضائع ہو رہا ہے، بعض تعلیمی اداروں نے آن لائن تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا ہے، لیکن یہ ثانویہ کے لیے تو کسی حد تک مفید ہے، ابتدائی درجات کے طلبہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، آن لائن تعلیم کے لیے طلبہ کا باشعور ہونا ضروری ہے، پھر ہر ایک کے پاس ایسے موبائل بھی نہیں ہیں، جن کے ذریعہ آن لائن کلاس سے استفادہ کیا جا سکے، ایک پریشانی یہ بھی ہے کہ ان بچوں کے ہاتھ میں ایسے موبائل تھمانے کا مطلب ہے کہ وہ پڑھنے میں کم اور دیگر واہیات میں زیادہ مشغول ہو جائیں اور اگر ایک بار ان کو اس کی لت لگ گئی تو پھر اس سے انہیں باز رکھنا آسان کام نہیں ہے۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ کلاس کے وقت میں وہ دوسرے کاموں میں لگے ہوئے ہیں، اس کے باوجود اگر بچوں کو تعلیمی سرگرمیوں سے دور رکھا گیا تو وہ نفسیاتی طور پر تعلیم سے دور ہو جائیں گے۔

ان حالات میں ضروری ہے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت کو ترجیحی بنیادوں پر اپنی مشغولیات کا مرکز ومحور بنایا جائے، بچے مکاتب میں اجتماعی طور پر پڑھنے کے لیے نہ آئیں، لیکن گاؤں میں جو معلم ہیں، علماء ہیں، وہ اس کی فکر کریں کہ بچے اپنے گھر پر ہی تعلیمی نظام کو جاری رکھیں، اس میں سب سے بڑا رول گارجین کا ہے، وہ بچوں کو وقت مقررہ پر پڑھنے کے لیے بٹھائیں، صبح وشام ان کی نگرانی کرتے رہیں، سبق یاد کرانے اور آگے سبق دینے میں بھی بچوں کی مدد کریں، گاؤں کے معلمین، صبح وشام تعلیمی اوقات میں گاؤں میں گشت لگائیں اور دیکھیں کہ کون بچہ پڑھ رہا ہے اور کون نہیں پڑھ رہا ہے، جو نہیں پڑھ رہا ہے، اس کے گارجین کو سمجھائیں کہ اگر آپ نے توجہ نہیں دی تو آپ کا بچہ تعلیم سے دور ہوتا چلا جائے گا، معلم گشت کے لئے نکلیں تو کسی بچے کا سبق سن لیں، چاہیں تو آگے سبق دیدیں، بھیڑ بالکل جمع نہ کریں اور کرونا وائرس سے بچنے کے لیے تیار شدہ ضابطوں کا خاص خیال رکھیں، تھوڑی سی توجہ سے ہم پرائمری سطح کے تعلیمی نظام کو بندی کے باوجود جاری رکھ سکتے ہیں، معلم اور گارجین بچوں کو ہوم ورک دیدیں اور اگلے دن کاپی دیکھ کر تصحیح کر دیں اور پھر اگلے دن کا ٹاسک دیدیں، اس سے بچے اپنی ذمہ داری محسوس کریں گے، اور ان کی دلچسپی سبق سے بنی رہے گی۔ ایک بڑی تعداد ہر گاؤں میں درجۂ حفظ کے بچوں کی ہے، والدین اپنی نگرانی میں اگر ان کو سبق، سبق پارہ اور آموختہ یاد کروا دیں اور کسی موبائل پر گاؤں کے حافظ امام صاحب کو وہ سب کچھ سنا دیں تو ان کے اسباق کا ناغہ نہیں ہوگا، اور ان کی تعلیم بآسانی جاری رہے گی، اس طریقہ کا کامیاب تجربہ میں نے اپنے گھر میں کیا اور میرے بھتیجا فرمان الہدیٰ بن عطاء الہدیٰ نے میرے لڑکا محمد ظفر الہدیٰ قاسمی سے انتہائی دور رہ کر اپنی تعلیم جاری رکھی اور لاک ڈاؤن کی اس مدت میں چار پارے یاد کیے، سبق اور سبق پارہ بھی معمول کے مطابق جاری رہا، یقیناً اس میں ان کے والدین کی مستعدی کا بڑا عمل دخل رہا، حفظ کرنے والے بچوں کے والدین اگر مستعد ہوں تو یہ چنداں دشوار نہیں ہے۔

ثانویہ اور اعلیٰ درجات کی تعلیم آن لائن بھی دی جا سکتی ہے، ان درجات میں طلبہ وطالبات باشعور ہوتے ہیں، میں نے دہلی میں بعض اسکولوں کے آن لائن تعلیم کا باریکی سے مشاہدہ کیا تو سمجھا کہ اس نظام سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، میں نے دیکھا کہ آن لائن میں اساتذہ ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ حاضری تک لگاتے ہیں اور وہ اس کی بھی نگرانی کرتے ہیں کہ کون لڑکا آن لائن سبق میں حاضر ہے اور کون غائب، ہوم ورک بھی طلبہ کو دیتے ہیں اور میل پر کاپی منگا کر تصحیح کے بعد طلبہ کو لوٹا بھی دیتے ہیں، تاکہ وہ اپنی غلطیوں کو دیکھ لے اور اس کی اصلاح کر لے، یہ سلسلہ مدارس، اسکول اور کالج سب میں چل رہا ہے اور جہاں نہیں چل رہا ہے وہاں چلایا جا سکتا ہے۔ مدارس میں یہ سہولت بھی ہے کہ جن گاؤں میں علماء ہوں وہ اپنے گاؤں کے بچوں کی تعلیم اپنے ذمہ لے لیں، باری باری سے ان کی درسی کتاب انہیں پڑھا دیں، اگلے دن سبق سن لیں، مشق وتمرین دیکھ لیں، عموماً گاؤں میں دو چار لڑکے ہی عربی درجات کے ہوتے ہیں، ان کی تعلیم جاری رکھنے کے لیے صرف فکرمندی کی ضرورت ہے، مدارس کے اساتذہ عموماً عربی درسیات کے لیے ٹیوشن کے عادی نہیں ہوتے، وہ اجرت کے لیے نہیں، اجر خداوندی کے لیے کام کرتے ہیں، وہ خوب جانتے ہیں کہ جو اللہ مدرسہ میں قرآن واحادیث کی تدریس پر اجر دیتا ہے وہ گاؤں میں بھی تعلیم جاری رکھنے پر اجر سے نوازے گا۔ بلکہ لاک ڈاؤن میں تعلیم دینے پر شاید کچھ زیادہ ہی اجر مل جائے؛ کیوں کہ اس نے طلبہ کے اوقات کو ضائع ہوں سے خالص اللہ کی رضا کے لیے بچانے کا کام کیا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

اللہ کی لعنت

قرآن وحادیث میں جن لوگوں پر اللہ کی لعنت کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں ایک جھوٹ بولنے والا بھی ہے، یہ گناہ کبیرہ ہے اور بہت سارے گناہ کا منبع اور سرچشمہ بھی، اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کو جو مختلف قسم کے گناہوں میں مبتلا تھا اور کوئی ایک گناہ چھوڑنے کے لیے تیار تھا، جھوٹ سے باز رہنے کی تلقین کی اور اس ایک گناہ کے چھوڑنے سے دوسرے گناہوں سے تائب ہونا اس کے لیے آسان ہو گیا۔

جھوٹ کے حوالہ سے مختلف قسم کی تحقیقات بھی آتی رہتی ہیں، ایک دوسرے کے مطابق عام لوگ دن بھر میں دس سے لے کر دوسو بار تک جھوٹ بولا کرتے ہیں، جو لوگ شناشا نہیں، ان کے سامنے شروع کے دس منٹ میں تین گنا زیادہ جھوٹ بولا جاتا ہے، مرد اپنے بارے میں آٹھ گنا زیادہ جھوٹ بولتے ہیں، جب کہ عورتیں بچوں اور شوہروں کے تحفظ کے لیے جھوٹ بولتی ہیں، تحقیق سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ شادی شدہ جوڑے دس بار اگر بات چیت کرتے ہیں تو ایک بار ضرور جھوٹ بولتے ہیں۔

ہمارے یہاں مثل مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے، وہ زیادہ دور اور دیر تک چل نہیں پاتا، اس کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بعض لوگ جھوٹ اس صفائی سے بولتے ہیں کہ ہم لوگ سچ بھی اس اعتماد اور صفائی کے ساتھ نہیں بول پاتے، حالانکہ جھوٹ پکڑنے کی صلاحیت لوگوں میں نوے فی صدی ہوتی ہے، عام لوگ بھی پینتالیس فی صد جھوٹ پکڑ لیا کرتے ہیں، جھوٹا آدمی اپنی مسکراہٹ، بولنے کے انداز وغیرہ پر خاص توجہ دیتا ہے، وہ کوشش کرتا ہے کہ آپ سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کریں، اس کے باوجود جھوٹ چھپتا نہیں ہے، اور جھوٹ بولنے والا اللہ کی لعنت میں گرفتار ہوتا ہے، ضروری نہیں کہ جھوٹ پکڑنے والا آپ کے جھوٹا ہونے کا اعلان کر دے، اس کی مسکراہٹ، بات سننے کا انداز اور خاموشی سے گذر جانے کا طریقہ بھی یہ بتاتا ہے کہ سامنے والا جھوٹ بول رہا ہے۔ اور جھوٹ بولنے والا سمجھتا ہے کہ اس کے جھوٹ کو سچ سمجھا جا رہا ہے، اس لیے وہ اسی میں مگن ہوتا ہے۔

جھوٹ بولنے کی نوبت کبھی تو اپنی کمی، کوتاہی، کمزوری، جرائم اور بدعنوانی کو چھپانے کے لیے آتی ہے اور کبھی اپنے کو بڑا ثابت کرنے اور شیخی بگھارنے کے لیے، بعض لوگ مزاح میں بھی جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں، جھوٹ بہر کیف جھوٹ ہے اور اس کے سامنے آنے پر انسان کی عزت اور وقار کو دھکا لگتا ہے، بعض لوگ جھوٹ گلوخلاصی کے لیے بولتے ہیں، لیکن آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ ہلاکت میں ڈالتا ہے، اور سچ سے آدمی نجات پاتا ہے، صحیح مسلم کی ایک روایت ہے کہ تم لوگ جھوٹ بولنے سے بچو کیونکہ جھوٹ برائی کا راستہ دکھاتا ہے اور برائی دوزخ تک لے جاتی ہے، شریعت نے مزاح میں بھی جھوٹ بولنے سے منع کیا ہے، سنن ترمذی اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ایسے شخص کے لیے ہلاکت کی بات کہی گئی ہے، جو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولے۔

جھوٹ کبھی تو قولی ہوتا ہے اور کبھی عملی، شریعت کی نظر میں دونوں مذموم ہے، اسی لیے قول وفعل میں تضاد سے منع کیا گیا ہے، اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا تم وہ بات کیوں کہتے ہو، جو کرتے نہیں، یعنی یہ بات اچھی نہیں ہے کہ تم جو کچھ کہو اس کو تمہارا عمل جھوٹ بتائے، یہی وجہ ہے کہ منافقین کو اللہ نے جھوٹا قرار دیا، کیوں کہ وہ دل میں کچھ اور زبان پر کچھ اور رکھتے تھے، زبان سے جو کچھ کہتے تھے ان کا دل اس کی تکذیب کرتا رہتا تھا، منافقین کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ جب بات کرے جب بولے تو جھوٹ بولے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صدق اور کذب ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔

جھوٹ بولنا بری بات ہے، انسانی ذہن ودماغ پر بُرے اثرات ڈالتا ہے، وہ اس کی پوری زندگی کو بدکاری کے راہ پر ڈال دیتا ہے، وہ اللہ کی لعنت میں مبتلا رہتا ہے، جھوٹ بولنے پر آخرت میں پکڑ تو ہوگی ہی، جھوٹا آدمی ذہنی سکون اس دنیا میں ہی کھو دیتا ہے، اور ہر وقت اسے یہ خطرہ لاحق رہتا ہے کہ کب اس کے جھوٹ کی پول کھل جائے اور وہ ذلیل ہو جائے، اس لیے ضروری ہے کہ جھوٹ سے اجتناب کیا جائے اور ہر حال میں اس سے بچا جائے؛ تاکہ آدمی اللہ کی لعنت سے محفوظ رہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس گناہ کبیرہ سے حفاظت فرمائے۔ آمین

اچھی باتیں

”☆ توبہ کے لیے کانوں کو ہاتھ لگانا ضروری نہیں، گناہوں کو ہاتھ نہ لگانا ضروری ہے ☆ ساری زندگی اسی فکر میں گذر جاتی ہے کہ لوگ کیا کہیں گے، آخر میں لوگ صرف انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں ☆ آنسو اور مسکراہٹ دو انمول خزانے ہیں، آنسو صرف اللہ کے سامنے بہائیں اور مسکراہٹیں اللہ کی مخلوق میں بانٹ دیں ☆ کشتی باہر کے پانی سے نہیں اندر کے پانی سے ڈوبتی ہے اور گھر بھی ☆ منہ میں زبان سب رکھتے ہیں، مگر کمال وہ کرتے ہیں جو سنبھال کر رکھتے ہیں۔“

بلا تبصرہ

” آج بیش تر لوگ گناہوں میں مبتلا ہیں؛ لیکن یاد رکھئے ہمیں گناہوں سے لڑنا ہے، گنہگار سے نہیں، گنہگاروں سے بھید بھاؤ کا معاملہ نہ کریں؛ بلکہ ان کو گناہوں سے بچانے کی فکر کریں اور اس معاملہ میں جو ہمارے ڈھال ہیں، جیسے نماز روزہ، صدقہ، استغفار وغیرہ ان کی خوب پابندی کریں، ان نیک اعمال کی پابندی کریں گے تو گناہوں سے محفوظ رہیں گے اور دین کی معلومات کے لیے علماء ومفتیان کرام سے رابطہ رکھیں اور ان کو پوری عزت دیں۔ (حاصل مطالعہ)

اللہ کی باتیں ، رسول اللہ کی باتیں

(از: مولانا رضوان احمد ندوی)

صبر اور تقویٰ سے کام لو

وان تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدھم شیئا (آل عمران: ١٢٠) اور اگر تم لوگ صبر اور تقوی سے لیتے رہو تو ان کی سازش تم کو کچھ بھی نقصان نہیں پہونچا سکے گی، کیونکہ ان کے سارے کرتوت کو اللہ اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہیں۔

وضاحت:۔قرآن مجید نے مسلمانوں کو ہر قسم کے مصائب ومشکلات اور پریشانیوں سے محفوظ رہنے کے لئے صبر وتقویٰ کو ایک موثر علاج کی حیثیت سے بیان کیا، اور مومن بندہ کو تعلیم دی کہ ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہنا اور تقویٰ وبندگی کی راہ اختیار کرنا، آزمائشوں کے وقت اللہ سے مانگتے رہنا، جب تم ایسا کروگے تو یقین مانو کے تم اپنے مقصد میں کامیاب ہوگے، اللہ تمہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا، گویا صبر اور تقویٰ ایسا جامع لفظ ہے جس میں اللہ سے تعلق اور ظاہری تدابیر دونوں شامل ہے، اس کے بغیر نہ تو انسان راہ حق میں مجاہدہ کرسکتا ہے اور نہ ہی اسے شیطان کے مقابلہ میں فتح حاصل ہوسکتی ہے اور نہ ہی وہ نصرت الٰہی سے شرفیاب ہوسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں بار بار صبر اور نماز سے استعانت طلب کرنے کا حکم دیا گیا، تاکہ عبودیت وبندگی کا اظہار مومنانہ صفات کے ذریعہ نمایاں ہو اور گناہ ونافرمانی سے بچے، یعنی مصیبت پر صبر کرلے اور راحت ونعمت پر شکر بجالائے، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ایک جگہ لکھا کہ دنیا میں انسان کو مصائب سے زیادہ بڑی اور تکلیف دہ چیز کوئی دوسری نہیں ہوتی، لیکن یہ حقیقت بھلانے کے لائق نہیں کہ افراد بلکہ جماعتیں اور قومیں بھی مصائب ہی کی تنبیہ اور سرزنش سے متنبہ اور ہوشیار ہوکر آمادہ اصلاح ہوتی ہیں، چنانچہ اکثر اخلاقی محاسن کے جو ہر کو مصیبتوں ہی کی آگ نکھار کر کندن بناتی ہے، صبر واستقامت، تواضع، شکر، محبت اور رحم ان تمام اخلاقی فضائل کی تربیت ان ہی مصائب کے زیر سایہ ہوتی ہے، مغرور سے مغرور انسان بھی جب کسی اتفاقی مصیبت کی ٹھوکر کھاتا ہے تو سنبھل جاتا ہے، اس لئے غافل انسانوں اور خود فراموش سرمتوں کو ہوش میں لانے کے لئے کبھی کبھی کی مصیبتوں سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز نہیں کہ ان کے بدولت ملحد سے ملحد انسان بھی ایک دفعہ بے قرار ہوکر خدا کا نام لے ہی لیتا ہے، اس تھوڑی سی تکلیف سے بندہ میں جو احساس پیدا ہوتا ہے وہ بڑی بیش قیمت چیز ہوتی، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صبر وتقویٰ ترقی درجات کے زینے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ دشمنوں کو بے اثر اور نامراد فرمادیتے ہیں، اور اس حیثیت سے یہ دونوں شاہ راہ زندگی میں کلید کا درجہ رکھتے ہیں، اس لئے آزمائشوں میں نہ تو گھبرائیے اور نہ ہی صبر کا دامن چھوڑیئے بلکہ ہر حال میں تقویٰ وپرہیز گاری کی راہ پر چلتے رہئے۔

ناپسندیدہ عمل

حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے کسی بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کرو، ورنہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمادیں اور تجھ کو اس مصیبت میں مبتلا کردیں (ترمذی شریف)

مطلب:۔دنیا میں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جس شخص سے کسی انسان کو بغض وعداوت یا کدورت ہوتی ہے۔(بقیہ صفحہ ١٠ پر)

دینی مسائل

(از: مفتی سہیل احمد قاسمی، صدر مفتی دارالافتاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ)

پوتے کی وراثت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے سلسلہ میں۔

(١) حاجی محمد صاحب کا انتقال ہوا اور انہوں نے اپنے پیچھے تین لڑکے (١) محمد یوسف (٢) مجید (٣) خلیل اور دو لڑکیاں (١) بی بی زہرہ (٢) جمیلہ کو چھوڑا۔ نیز اپنے دو مرحوم بیٹے عبدالعزیز ومحمد صدیق کی اولاد (یعنی پوتے اور پوتیوں) ستار- غفار- نظام ور بی بی طاہرہ (عزیز مرحوم کی اولاد) اور خلیل اسرافیل اور بی بی سکینہ (صدیق مرحوم کی اولاد) کو چھوڑا۔ ایسی صورت حال میں حاجی محمد مرحوم کی متروکہ جائیداد میں کن کن وارثین کو کتنا حق ملے گا۔ بالخصوص پوتے اور پوتیوں کا حق شرعاً کچھ ہے یانہیں۔ اگر پوتا حقدار نہیں ہے تو ایسا کیوں ہے؟ اس کی وضاحت فرمائیں۔

(٢) حاجی محمد صاحب کے بھائی عبدالحق کا انتقال ہوا اور انہوں نے اپنے پیچھے صرف دو لڑکے (١) عبدالشکور (٢) عبدالغفور کو اور اپنے مرحوم بیٹا محمد قاسم کی اولاد (یعنی پوتے پوتیوں) (١) محمد موسم (٢) قدوس (٣) نسیم (۴) ریان (۵) بی بی زرینہ (٦) بی بی رزینہ کو چھوڑا۔ ایسی صورت میں عبدالحق مرحوم کی متروکہ جائیداد میں کن کن وارثوں کو کتنا حق ملے گا۔ بالخصوص پوتے پوتیوں کا حق ہوگا یانہیں؟

براہ کرم ہر دو مذکورہ مسئلوں کا جواب تشفی بخش جلد مرحمت فرمائیں۔ تاکہ وارثین کے آپسی تنازع کو شرع اسلامی کی رو سے حل کیا جائے۔ فقط

الجواب وباللّٰہ التوفیق

(١) بشرط صحت سوال اصول شرع کے مطابق اخراجات کفن دفن نکالنے اور ادائیگی دیون واجراء جائز وصیت در ثلث مال وغیرہ کے بعد حاجی محمد صاحب مرحوم کی بقیہ کل متروکہ جائیداد آٹھ برابر حصوں پر تقسیم ہوکر اس میں سے دو دو حصے فی کس کے حساب سے ان کے تینوں لڑکوں کو اور ایک حصہ فی کس کے حساب سے ان کی دونوں لڑکیوں کو از روئے شرع ملیں گے۔ پوتے اور پوتیوں کو از روئے شرع کچھ نہیں ملے گا۔ شرعاً یہ لوگ محروم ہوں گے۔

(٢) عبدالحق مرحوم کی جائیداد بھی تقدیم ما تقدم علی الورث دو برابر حصوں پر تقسیم ہوکر ایک ایک حصہ ان کے دونوں لڑکوں کو ملے گا۔ پوتے اور پوتیاں شرعاً محروم ہونگیں اور انہیں شرعی ضابطہ کے مطابق کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

وراثت کا ضابطہ اور قانون اللہ رب العزت کا مقرر کردہ ہے، اس میں کسی کو اپنی رائے اور قیاس سے کمی، بیشی یا رد وبدل کا کوئی حق نہیں ہے جس کو نصیباً مفروضاً کہہ کر واضح کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منه او کثر نصیبا مفروضاً. واذا حضر القسمة اولوا القربیٰ والیتمیٰ والمساکین فارزقوھم منه وقولوا قولاً معروفاً (سورۃ النساء) مردوں کے لئے بھی حصہ مقرر ہے، جس کو ان مردوں کے ماں باپ اور نزدیک کے رشتہ دار اپنے مرنے کے وقت چھوڑ جائیں اسی طرح عورتوں کے لئے بھی حصہ مقرر ہے، اس چیز میں جس کو ان عورتوں کے ماں باپ یا نزدیک کے رشتہ دار اپنے مرنے کے وقت چھوڑ جائیں خواہ وہ چیز کم ہو یا زیادہ اور یہ حصے قطعی طور پر خدا کی طرف سے مقرر کردہ ہیں۔

اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ میں وراثت کا ضابطہ بیان فرمایا ہے جس میں بنیادی طور پر دو اصول بیان کئے گئے ہیں۔

ایک رشتہ ولادت، جو اولاد اور ماں باپ کے درمیان ہے جس کو لفظ والدان سے بیان کیا گیا ہے، دوسرا رشتہ قرابت جس کو اقربون سے بیان کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مطلق رشتہ داری وراثت کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ رشتہ میں اقرب یعنی قریب ترین ہونا شرط ہے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ جائداد وراثت کی تقسیم کا معیار ضرورت وحاجت اور غربت وافلاس نہیں ہے، بلکہ قرابت ہے، جس کا رشتہ میت سے زیادہ قریب ہوگا وہ مستحق وراثت ہوگا اور قریب ترین رشتہ دار کی موجودگی میں دور کے رشتہ دار محروم ہوں گے۔

بیٹے موجود ہوں تو پوتے، پوتیاں حقدار نہیں ہوں گے، گویا میراث کے حقدار ہونے کا تعلق قرابت داری سے ہے غربت وافلاس اور ضرورت وحاجت سے نہیں ہے۔ اس قانون وراثت سے کہ دادا کی میراث سے پوتا محروم ہوجاتا ہے۔ بہت سے لوگوں کو وحشت ہوتی ہے ان کے دماغ میں کئی طرح کے شبہات اور اعتراضات جنم لیتے ہیں اور وہ الجھنوں میں گرفتار ہوجاتے ہیں۔ یہ محض اس وجہ سے ہے کہ تمام صورت اور پورا مسئلہ ذہن میں نہیں ہے۔ اگر تمام شکلیں سامنے ہوں تو کوئی اعتراض اور وحشت نہیں ہوگی، اس لئے تمام شکلوں اور مسئلہ کی پوری نوعیت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

پوتا ہر حال میں وراثت سے محروم نہیں ہوتا ہے بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر دادا کو کوئی اولاد نہ ہو تو پوتا بالکل بیٹے کی طرح مستحق ترکہ اور جائیداد کا حقدار ہوتا ہے۔ اسی طرح دادا کو اولاد تو ہے مگر نرینہ نہیں ہے یعنی صرف لڑکیاں ہیں، جب بھی پوتا محروم نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر بھائی، بہن، ماں باپ ہوں تو اس صورت میں بھی پوتا محروم نہیں ہوتا ہے بلکہ لڑکے کی طرح وراثت کا حقدار ہوتا ہے۔ محروم ہونے کی صرف ایک صورت ہے کہ دادا نے مرنے کے وقت پوتے کے ساتھ ساتھ بیٹا بھی چھوڑا ہو یعنی بیٹا بھی ہے اور پوتا بھی ہے خواہ مرحوم بیٹا کا بیٹا ہو یا زندہ بیٹے کا بیٹا ہو۔ تو اس صورت میں تمام پوتے شرعاً محروم ہوں گے۔ چونکہ بیٹا، پوتے کے اعتبار سے زیادہ قریب ہے اور وہ صلبی اولاد ہے اور پوتا ایک واسطے کے بعد اولاد میں شامل اور داخل ہوتا ہے۔ لہٰذا بیٹے کی موجودگی میں پوتا محروم ہوتا ہے۔

میراث کی تقسیم صرف اسلام ہی میں نہیں بلکہ تمام ادیان و مذاہب میں ضرورت وحاجت اور ہمدردی کی بنیاد پر نہیں ہے، بلکہ قرابت اور رشتہ کی بنیاد پر ہے۔ اگر حاجت وضرورت کو معیار قرار دیا جائے تو ہر مالدار کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے، پوتے، ماں، باپ، بھائی بہن اور بیوی وغیرہ جو مالدار ہوں تو سب محروم رہتے اور بستی ومحلّہ اور شہر کے غرباء وفقراء اور بھوک سے تڑپنے والے لوگ وارث بنتے اور انہیں حصہ دیا جاتا، لیکن اس کو کوئی بھی ذی عقل اور باشعور انسان تسلیم نہیں کرسکتا ہے، اب رہا معاملہ قرابت اور رشتہ کا تو ساری دنیا کے لوگ ایک ہی انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں جس سے ہر انسان کا رشتہ دوسرے انسان سے کہیں نہ کہیں دور یا قریب کا نکل ہی آئے گا۔ اب ایسی صورت میں اگر قرب وبعد کو معیار اور بنیاد قرار دے کر، اقرب کے ہوتے ہوئے ابعد کو محروم نہ کریں تو ہر انسان کی وراثت میں ساری دنیا کے انسان داخل ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا اگر اس طرح مرنے والوں کا ترکہ تقسیم ہونے لگے تو ایک تنکا بھی ملنا مشکل اور دشوار ہوجائے گا۔ بلکہ تقسیم کرنا بھی محال اور ناممکن ہوجائے گا۔ اس لئے عقلاً اور شرعاً ضروری ہے کہ قرب وبعد رشتہ کو مدار اور بنیاد بنا کر قریب رشتہ دار کے ہوتے ہوئے بعید کو محروم قرار دیا جائے یہی معاملہ پوتے کے ساتھ بیٹے کی موجودگی میں ہے۔ جو شرعی نقطۂ نگاہ کے ساتھ ساتھ عقل انسانی کے بھی عین مطابق ہے۔ اب ذرا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر غور فرمائیں۔ ''الحقوا الفرائض باھلھا فما بقی فھو لاولیٰ رجل ذکر'' (بخاری: ٢/ ٩٩٧)

فرائض (یعنی قرآن کے مقرر کردہ حصے) اہل فرائض کو دے دو پھر جو کچھ بچے اس شخص کا حصہ ہے جو مرد ہوں اور رشتہ میں میت سے قریب ہوں۔

اسی حدیث کو سامنے رکھ کر فقہائے کرام نے یہ اصول بیان فرمایا ہے'' الاقرب فالاقرب'' مشہور صحابی رسول حضرت زید بن ثابت (جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ سب سے زیادہ مسائل میراث کو جاننے والے تھے) کا فتویٰ بخاری ومسلم میں نقل کیا گیا ہے جس پر اجماع ہے۔

'' ولد الابناء بمنزلة الولد اذا لم یکن دونھم ولد ذکرھم کذکرھم وانثاھم کانثاھم یرثون کما یرثون و یحجبون کما یحجبون ولا یرث ولد الابن مع الابن '' (عینی شرح بخاری ١٣/ ٩٧، فتح الباری ١٢/ ١٨)

یعنی بیٹوں کی اولاد بیٹوں کے ہی حکم میں ہے جبکہ ان کے اور میت کے درمیان کوئی بیٹا موجود نہ ہو، ان میں لڑکے لڑکوں کی طرح اور لڑکیاں لڑکیوں کی طرح میراث پائیں گے اور جس طرح بیٹے پوتوں کے لئے حاجب ہوتے ہیں پوتے پڑپوتوں کے لئے حاجب ہوں گے پوتوں کے ہوتے ہوئے پڑپوتوں کو میراث نہیں ملے گی۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے پوتا یتیم ہو یا اس کا باپ زندہ ہو دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ مرنے والے کا کوئی بیٹا زندہ ہے تو پوتوں کو وراثت نہیں ملے گی۔

خلاصہ : خلاصہ یہ ہے کہ ایک ہے انسانی ہمدردی اور دوسرا ہے قانون وراثت، دونوں الگ الگ چیزیں ہیں اور شریعت نے دونوں کی رعایت کی ہے، انسانی ہمدردی کی بنیاد پر دادا کا اخلاقی فریضہ ہے کہ ایسی صورت میں اپنے پوتا پوتی کو زندگی میں کچھ نہ کچھ دے کر مالک بنادے تاکہ اس کے انتقال کے بعد وہ حصہ سے محروم ہوکر پریشان نہ ہوں اور اگر زندگی میں نہیں دیتا ہے تو ان کے لئے وصیت کرجائے اور اگر وصیت نہ کرسکے تو دیگر وارثین اور حصہ پانے والوں کا اخلاقی فریضہ ہے کہ ان رشتہ داروں اور ضرورتمند عزیزوں کا خیال رکھتے ہوئے بطور احسان اور تبرع انہیں بھی کچھ دے دیں اور ہمدردی و محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس مال میں انہیں بھی شریک کرلیں جو بطور وراثت انہیں ملا ہے، جس کو آیت ٨/ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ فقط

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 26 مورخہ ۱۴/ذی قعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۶/جولائی ۲۰۲۰ء روز سوموار

چھٹا خطاب

کرونا وائرس نے جو وحشت اور دہشت پھیلائی اور حکومت نے اس کے تدارک اور راحت رسانی کے جو کام کیے، اس کو بیان کرنے کے لیے وزیر اعظم نریندر مودی نے ۳۰/جون کو شام چار بجے عوام سے خطاب کیا، یہ ان کا چھٹا خطاب تھا، پہلا خطاب ۱۹/مارچ کو کیا تھا، جس میں ۲۲/مارچ کو جنتا کرفیو کا اعلان کیا تھا اور تالی بجانے نیز تھالی پیٹنے کی ہدایت دی تھی، دوسرا خطاب ۲۳/مارچ کو کیا تھا، اور صرف چار گھنٹے بعد سے ۲۱/دن کے لیے لاک ڈاؤن کا اعلان کر دیا تھا، پورا ملک اس اچانک لاک ڈاؤن سے پریشان ہو اٹھا تھا، ہزاروں کی تعداد میں مزدوروں، غریبوں کو گھر کی طرف کوچ کرنے کے دوران جان سے ہاتھ دھونے پڑے تھے، تیسرا خطاب ۳/اپریل کو فرمایا؛ لیکن اس میں سوائے چراغ روشن کرنے کے کچھ نہیں تھا، اس عمل سے کرونا وائرس کو نہ تو نقصان پہونچا اور نہ ہی مریضوں کی صحت پر کوئی فائدہ منداثرات مرتب ہوئے، بلکہ لاک ڈاؤن کی وجہ سے جو فضائی آلودگی میں کمی آئی تھی اس میں افزودگی درج کی گئی، چوتھا خطاب ان کا ۱۴/اپریل کو ہوا، جس میں انہوں نے لاک ڈاؤن۔۲/کا اعلان کیا اس موقع سے عوام کی پریشانی کے تدارک کے لیے ان کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا، لاک ڈاؤن۔۳/کا اعلان کرنے وہ خود ریڈیو، ٹی وی پر آنے کی ہمت نہیں جٹا سکے، شاید انہیں عوام کے کرب واضطراب کا اندازہ ہو گیا تھا، اس لیے اس بار انہوں نے اعلان کا کام وزارت داخلہ کے حوالہ کر دیا جس نے ضابطہ بنا کر لوگوں کو مختلف امور کا پابند بنایا، بہت کچھ سہولتوں کا اعلان بھی سامنے آیا، لیکن مذہبی عبادت گاہوں کو بند رکھا گیا اور اس میں کوئی چھوٹ کسی درجہ میں نہیں دی گئی، جب کہ ہندوستان کے بیشتر لوگ کسی نہ کسی مذہب سے جڑے ہوئے ہیں اور سب مشترکہ طور پر اس بات کو مانتے ہیں کہ مصیبتوں کو دور کرنے کے لیے اللہ کے سامنے گڑگڑانا چاہیے، بدعملی، بے عملی اور گناہوں کے لیے ندامت کے آنسو بہانے چاہیے، اللہ اس سے خوش ہوتا ہے اور پریشانیاں دور کر دیتا ہے، مسلمانوں کا معاملہ تو تھوڑا الگ ہے، ان کے لیے پوری زمین سجدہ گاہ ہے، مسجد کی اپنی اہمیت کے باوجود نفلی نمازوں کے لیے گھر کو بہتر قرار دیا گیا ہے، اس لیے مسجد بند ہونے کے افسوس کے ساتھ انہوں نے ہر گھر کو مسجد بنا دیا، دوسرے مذاہب والے چونکہ مظاہر کی پوجا کرتے ہیں اس لیے ان کے لیے مندر، گرجا وغیرہ کے بغیر یہ ممکن نہیں ہوا، اللہ کے گھر کو بند کرنا اللہ کو پسند نہیں؛ اس لیے ساری احتیاطی تدبیریں دھری رہ گئیں اور مریض بڑھتے چلے گئے، اب اس کی تعداد ہندوستان میں چھ لاکھ تین ہزار نو سو نوے (۶۰۳۹۹۰) سے متجاوز ہوگئی ہے، پانچویں خطاب میں وزیر اعظم نے بیس لاکھ کروڑ کے اقتصادی پیکیج کا اعلان کیا، جو بعد میں ان کے دوسرے اعلان کی طرح خوش کن جملہ ثابت ہوا، بندر بانٹ وزیر خزانہ کئی روز تک کرتی رہیں، لیکن ہمہ شما کیا، اقتصادی ماہرین بھی اس اعلان کے سلسلے میں مشکوک اور مذبذب ہی رہے۔ ۳۱/مئی کے بعد ان لاک۔۱/کا اعلان ہوا، جس سے عام لوگوں نے راحت کی سانس لی، ان لاک۔۱/کے اختتام پر وزیر اعظم پھر قوم کے سامنے آئے، کئی روز پہلے اس کا اعلان ہو چکا تھا، مودی جی عام معمول کے مطابق من کی بات بھی لوگوں تک پہونچا چکے تھے، اس چھٹے خطاب کے بارے میں لوگوں کو بڑا تجسس تھا، ٹی وی والے مباحثہ کی مجلسیں سجائے ہوئے تھے، اور قیاس آرائی کر رہے تھے کہ اس خطاب میں وزیر اعظم کی گفتگو کا محور کرونا کے علاوہ کیا کیا ہو سکتا ہے، مسائل بھی بہت تھے، ہندوچین تعلقات، نیپال کی بے راہ روی، پٹرول ڈیزل کی بڑھتی ہوئی قیمت اور کرونا وائرس کے مریضوں کی دن بدن بڑھتی تعداد، آنکھ دکھانے والے ملکوں کو سبق سکھانے کی بات ہر اینکر اپنے طور پر سوالات کھڑے کر رہا تھا اور مباحثہ کے شرکاء اپنی اپنی ہانک رہے تھے، لیکن وزیر اعظم کے اس چھٹے خطاب میں ایسا کچھ نہیں تھا، جو ملک کے سلگتے مسائل تھے، اس سے وزیر اعظم خاموشی سے گذر گئے، سوائے کرونا کے کسی طرف انہوں نے نظر التفات نہیں ڈالی، مریضوں کی بڑھتی ہوئی تعداد پر تشویش ظاہر کرنے کے بجائے انہوں نے اپنی پیٹھ تھپتھپائی کہ دوسرے ملکوں سے ہندوستان کی حالت اچھی ہے، چھ لاکھ تین ہزار نو سو نوے سے زائد مریضوں کی موجودگی میں جب حالت اچھی ہے تو خراب حالت کس کو کہیں گے، وہ عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے، حکومت اس مرض کی روک تھام کے لیے کیا کر رہی ہے، اس پر بھی انہوں نے سکوت اختیار کیا اور مرض بڑھنے کا سارا الزام عوام پر ڈال دیا کہ ان لاک۔۱/میں ان ضابطوں کی پابندی نہیں کی گئی یا اس میں سستی برتی گئی، جس کی وجہ سے مریضوں میں اضافہ ہوا، انہوں نے موسمی بیماریوں سے بھی محفوظ رہنے کی صلاح دی، اس خطاب میں انہوں نے بڑا متوازن رویہ اپنایا، نہ کانگریس کی موجودہ اور سابق قیادت کو بُرا بھلا کہا، نہ چین کے شی زنگ پنگ پر اپنی زبان کھولی، نہ کسی کو دھمکی دیا اور نہ ہی کسی کے پرانچے اڑانے کی بات کہی، انہوں نے کسانوں اور ٹیکس دہندگان کا شکریہ ادا کیا، جن کی محنت اور مال سے حکومت کرونا وائرس کا مقابلہ کر رہی ہے اور عوام کو راحت پہونچا رہی ہے، انہوں نے نومبر تک ہر غریب خاندان کو پانچ کلو گیہوں یا چاول اور ایک کلو دال مفت فراہم کرتے رہنے کا اعلان کیا، جس سے اسی (۸۰) کروڑ عوام کو فائدہ پہونچے گا، اور چوں کہ ملک میں اب ایک ملک ایک راشن کارڈ کی مہم چل رہی ہے؛ اس لیے یہ غریب جہاں کہیں ہوں گے، راشن کارڈ کی مدد سے ان تک غذائی اجناس پہونچ جائیں گی۔

اس خطاب سے سب سے زیادہ مایوسی گودی میڈیا کو ہاتھ لگی، جو امید لگائے بیٹھے تھے کہ وزیر اعظم کے خطاب سے بہت سارا گرم مسالہ ملے گا اور ٹی وی والوں کو ٹی آر پی بڑھانے میں مدد ملے گی، لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا، حالات پر نگاہ رکھنے والے نام نہاد ماہرین، اپنی اپنی ڈفلی بجانے والے سیاسی قائدین، بندروں کی طرح اچھل اچھل کر بات کرنے والے جانبدار مبصرین اور گولے بارود اور جنگ وجدال کے وقت بارود میں فلیتہ لگانے والے تیس مار خاں کے پاس بولنے کے لیے کچھ بچا ہی نہیں تھا، کرونا وائرس کے حوالہ سے عوام زیادہ پر امید نہیں تھی، اس لیے اسے مایوسی ہاتھ نہیں لگی۔

تیسرا محاذ

بہار میں ریاستی اسمبلی کا انتخاب ہونا ہے، اور مختلف پارٹیوں کے ارکان نے پالا بدلنا شروع کر دیا ہے، آیا رام، گیا رام کی سیاست پرانی ہے، سابق وزیر اعظم راجیو گاندھی کے دور میں بنایا گیا دل بدلو قانون بھی اس غیر اخلاقی حرکت کو روکنے میں ناکام رہا ہے، ابھی جو پارٹی چھوڑنے کی مہم شروع ہوئی ہے اس میں سب سے بڑا نقصان آر جے ڈی کو ہوا ہے، اس کے پانچ ام ال سی نے بیک وقت پارٹی چھوڑ دیا ہے، نائب صدر نے بھی استعفیٰ دے کر پارٹی سے اپنی براءت کا اظہار کر لیا ہے، لالو جی جیل میں ہیں، اور تیجسوی یادو ان بھاگنے والوں کو یک جٹ کرنے اور رکھنے میں ناکام ثابت ہو رہے ہیں، انتخاب کے وقت نیتاؤں کے اپنے مفاد سامنے آجاتے ہیں، اور اپنی بقا کی جنگ میں پارٹی کا مفاد پیچھے رہ جاتا ہے، عظیم اتحاد کی دوسری پارٹیاں بھی اپنے حرکت وعمل سے اس اتحاد کو نقصان پہونچانے میں لگی ہیں، ان ڈی اے بظاہر متحد ہے، لیکن چراغ پاسوان کے حالیہ بیانات سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ سنترے کے مثل ہے، جس کے اندر کی قاشیں اوپر کے چھلکے سے ڈھکی رہتی ہیں، اس لیے الگ الگ قاشوں کا علم چھلکے اترنے کے بعد ہی ہوتا ہے، مفید اتحاد ہر دور میں خربوزے والا رہا ہے، جو اوپر سے الگ الگ لکیروں میں بنٹا ہوتا ہے اور اندر سے ایک ہوتا ہے؛ لیکن اس وقت جو مختلف پارٹیوں کی حالت ہے، وہ ویسے ہی ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں **تحسبھم جمیعا وقلوبھم شتی** سے کیا گیا ہے، یعنی تم انہیں یک جٹ سمجھتے ہو؛ حالاں کہ ان کے دل بنٹے ہوئے ہیں۔

ان حالات میں سابق مرکزی وزیر اور ایک زمانہ میں بی جے پی کے قد آور لیڈر یشونت سنہا نے تیسرے محاذ کی تشکیل کا اعلان کیا ہے، اس سلسلے میں منعقد پریس کانفرنس میں سابق مرکزی وزیر ناگمنی، دیوندر یادو، بہار کے سابق وزیر نریندر سنگھ اور محترمہ رینو کشواہا، سابق ممبر پارلیامنٹ، ارون کمار، لوک جن شکتی سیکولر کے قومی صدر نتیا نند شرما، جن تانترک وکاس پارٹی کے انیل کمار شریک تھے۔ ۳۰/جنوری ۲۰۱۸ء کو راشٹریہ منچ کا آغاز کرنے کے بعد ۲۱/اپریل ۲۰۱۸ء کو بی جے پی سے تعلقات توڑ کر پارٹی سیاست سے الگ ہونے والے یشونت سنہا نے نعرہ دیا ہے کہ "اس بار بہار بدلیں"

اس تیسرے محاذ میں جو پارٹیاں شامل ہیں ان پارٹیوں کی کوئی مضبوط بنیاد بہار میں نہیں ہے، مسلم چہرہ میں صرف اشفاق الرحمٰن اس میں نظر آتے ہیں، خبر ہے کہ مجلس اتحاد المسلمین بھی بڑے پیمانے پر بہار میں قسمت آزمائی کی تیاری کر رہی ہے، ایسے میں ووٹوں کا انتشار یقینی ہے، اور جب بھی ووٹ تقسیم ہوتا ہے تو اس کا فائدہ بی جے پی کو ملتا ہے، تیسرا محاذ بھی ووٹوں کی تقسیم کا بڑا سبب بنے گا اور اس کے نتیجے میں فرقہ پرست طاقتوں کے پاؤں بہار میں مضبوط ہوں گے۔

ڈومیسائل سرٹیفیکٹ

دفعہ ۳۷۰ کے خاتمے اور کشمیر کو مرکز کے تحت لیے جانے کے بعد وہاں کی حیثیت تبدیل ہو کر رہ گئی ہے، ان دنوں پورے ملک کی توجہ کرونا وائرس سے ہونے والی ہلاکتوں اور بڑھتے ہوئے مریضوں کی تعداد کی طرف ہے، حکومت بہت خاموشی سے اپنے تمام ایجنڈوں پر کام کر رہی ہے، ان سب سے ایک بڑا ایجنڈا کشمیر کی مقامی آبادی کو اقلیت میں لانے اور کشمیر کی آراضی پر دوسروں کے قبضہ جمانے کا ہے، اس ایجنڈا کے تحت مرکزی حکومت نے پچیس (۲۵) ہزار لوگوں کو ڈومیسائل سٹرفکیٹ تقسیم کیا ہے، یہ سٹرفکیٹ ان لوگوں کو دیا گیا ہے جو جموں وکشمیر میں پندرہ سال سے زائد عرصہ سے مقیم ہیں، اس سلسلہ میں سرٹی فیکیٹ حاصل کرنے والوں کی دوڑ لگی ہوئی ہے، سرکاری ذرائع کے مطابق اب تک ڈومیسائل سرٹی فیکیٹ کے حصول کے لیے تینتیس ہزار ایک سو ستاون (۳۳۱۵۷) درخواستیں موصول ہوئیں، جن میں سے پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) درخواستوں پر کاروائی کر کے سرٹی فیکیٹ فراہم کر دیے گیے، بہار کے آئی اس افسر نوین کے چودھری ولد شری دیوکانت چودھری کو پہلا سرٹی فیکیٹ حاصل ہوا، جس میں انہیں جموں وکشمیر مرکزی خطہ کا رہائشی قرار دیا گیا ہے، اس سرٹی فیکیٹ کے حصول کے بعد جموں کشمیر میں باہری لوگوں کے لیے زمین کی خریداری اور نوکری کے حصول کا راستہ کھل جائے گا۔

اطلاع کے مطابق پلوامہ میں ۱۵۳، اننت ناگ میں ۱۰۶، کولگام میں ۹۰، بارہ مولہ میں ۳۹، شوپیان میں ۲۰، بانڈی پورہ میں ۱۰، کپوارہ میں ۱۰، بڈگام میں ۹، گاندرہل میں ایک، سرٹی فیکیٹ جاری کیے گیے، جموں حلقہ میں یہ تعداد بہت زیادہ ہے، ڈوڈہ میں ۸۵۰۰، راجوری میں ۶۲۱۴، پونچھ میں ۶۱۲۳، جموں میں ۲۸۲۰، سرٹیفیکیٹ دیے گیے، یہ سرٹیفیکٹ آن لائن آدھار کارڈ نمبر اور پی آر سی کی کاپی فراہم کرنے پر جاری کیے جا رہے ہیں، اس معاملہ میں اس قدر سختی ہے کہ اگر کوئی تحصیل دار ڈومیسائل سرٹی فیکیٹ جاری کرنے میں ناکام رہے گا یا ٹال مٹول کرے گا تو اسے اپنی تنخواہ سے پچاس ہزار روپیہ جرمانہ ادا کرنا ہوگا، ایسے میں سرکاری کارندے اپنے آقا کی خوشنودی کے حصول کے لیے سارے دوسرے کام چھوڑ کر اسی ایک کام میں لگ گیے ہیں، نیشنل کانفرنس کے صدر اور رکن پارلیامنٹ ۵/اگست ۲۰۱۹ء کے مرکزی حکومت کی طرف سے اٹھائے گیے تمام اقدامات کو غیر قانونی اور غیر آئینی قرار دیا ہے، لیکن کون سنتا ہے فغان درویش

چینی ایپس پر پابندی

وقت وقت کی بات ہے، انگریزوں سے مقابلہ کے لیے اکبر الہ آبادی نے اپنے مخصوص مزاحیہ انداز میں مشورہ دیا تھا کہ

کھینچو نہ کمانوں کو نہ تلوار نکالو
جب توپ مقابل ہو تو اخبار نکالو

لیکن اس وقت حکومت کا موقف ہے کہ چین سے مقابلہ کے لیے ایپس پر پابندی لگاؤ، چنانچہ مرکزی حکومت نے ایک ایسے موقع سے جب سرحد پر توپیں گرجنے اور میزائل برسنے کو دونوں طرف سے تیار ہیں، چین کے تیار کردہ انسٹھ (۵۹) ایپس کو بلاک کرنے کا فیصلہ کیا ہے، ان میں ٹک ٹاک کیم اسکینر، یوسی بروسر، شیرا ٹ جیسے مقبول ایپس شامل ہیں حکومت نے یہ فیصلہ اس اطلاع کے بعد لیا ہے کہ یہ ایپس اپنے صارفین کی نجی معلومات کو دوسروں تک پہونچانے کا کام کر رہے ہیں اور صارفین کے نجی راز داری کے اصول کا خیال نہیں رکھ رہے ہیں، اس سے ملک کی خود مختاری، سالمیت ملکی دفاع اور قومی سلامتی کو بھی خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ اس لیے انفارمیشن ٹکنالوجی ایکٹ ۲۰۰۰ء کی دفعہ ۶۹ کے تحت یہ اقدام کیے گیے ہیں، اس کا اثر یہ پڑے گا کہ جو ایپس آن لائن چلتے ہیں، اس سے ہندوستانیوں کے لیے استفادہ ممکن نہیں ہوگا، البتہ پابندی لگنے کے بعد بھی آف لائن چلنے والے ایپس کے استعمال کو روکا نہیں جا سکتا۔ البتہ نئے صارفین اسے ڈاؤن لوڈ نہیں کر سکیں گے۔ اس پابندی کا اثر ہندوستان کے بہت سارے ان لوگوں پر بھی پڑے گا جو ہندوستان میں ان ایپس سے جڑے ہوئے تھے اور ان کا روزگار ان سے وابستہ تھا، چین پر اس پابندی کا حسب توقع اثر پڑا ہے، ہندوستان میں چینی سفارت خانے کے ترجمان جی اونگ نے کہا کہ جس طرح قومی سلامتی کا حوالہ دے کر ہندوستان نے پابندی عائد کی ہے وہ مناسب نہیں ہے، اور یہ عالمی تجارتی تنظیم (ڈبلو، ٹی او) کے ضابطوں کی خلاف ورزی ہے۔ خیال رہے کہ ہندوستان سب سے بڑا ایپ بازار ہے، یہاں اسی کروڑ سے زیادہ اسمارٹ فون استعمال کرنے والے ہیں، ۲۰۲۰ء کے ابتدائی مہینوں میں ہی ۴.۵/ارب سے زیادہ ایپس ڈاؤن لوڈ کیے گئے، جن میں سرفہرست ٹک ٹاک تھا، اس قدم سے چین کو اچھا خاصہ نقصان اٹھانا پڑے گا، لیکن اتنا بھی نہیں کہ وہ ہمارے سامنے سجدہ ریز ہو جائے۔

حضرت امیر شریعت مدظلہ سے ایک یادگار ملاقات

شاہنواز احمد خان سابق ڈپٹی لیبر کمشنر و رکن شوریٰ و عاملہ امارت شرعیہ

۱۳/اپریل ۲۰۱۹ء کی تاریخ تھی ۔ مدرسہ رشید العلوم چترا میں ختم بخاری شریف کی تقریب میں شرکت کے لئے رخت سفر باندھا، میرے وفد میں موتی بابو، ڈاکٹر ظفر اللہ صادق اور مفتی ثناء اللہ قاسمی قاضی شریعت دار القضاء امارت شرعیہ ہزاری باغ ہیں ۔ رات کے ۸:۳۰ بجے ہم لوگ مدرسہ پہونچے ۔ حضرت امیر شریعت مولانا محمد ولی رحمانی مدظلہ کی طرف سے بلاوا آتا ہے ۔ میں کمرہ میں داخل ہوتا ہوں ۔ تھوڑے وقفہ کے بعد مہتمم مدرسہ رشید العلوم مفتی نذر توحید صاحب بھی حاضر ہوتے ہیں ۔ حضرت امیر شریعت دسترخوان پر شرکت کا حکم صادر فرماتے ہیں ۔ خیر و عافیت کے بعد میں امارت پبلک اسکول پسکا نگڑی رانچی کی روداد بیان کرتا ہوں، حضرت امیر شریعت سماعت فرماتے ہیں، میری خوشی دوبالا ہوجاتی ہے ۔ جھارکھنڈ میں امارت شرعیہ کے زیر انتظام ،نگڑی اور گریڈیہہ میں دو انگلش میڈیم اسکول ۲۰۱۸ء میں کھولے گئے ہیں ۔ درس و تدریس کے لیے تجربہ کار اساتذہ بحال کیے گئے ۔ بچیوں کی تعداد کے مد نظر لیڈی ٹیچر بھی بحال کی گئی ہیں، یہ دونوں اسکول برسوں کی تپسیا اور جدوجہد کے بعد اہل خیر کے تعاون سے قائم کیے گئے ، کہتے ہیں کہ مہندی کو اگر برسوں ہتھیلی پر رکھا جائے تو ہاتھ لال نہیں ہوگا ۔ ہاتھ کی لالی کے لیے مہندی کو کوٹنا اور پیسنا پڑتا ہے، یہی کام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب امیر شریعت سابع نے کیا ہے، آپ کی بالغ نظری اور امت کا سواد اعظم ، امارت کو بام عروج تک پہونچائے گا ۔

میں تحریر لے کر گیا تھا، تحریر میں کہا گیا تھا کہ امارت اپنے اقامتی اور غیر اقامتی اسکولوں کے لیے خود نصاب تعلیم تیار کرے، تجویز یہ بھی تھی کہ امارت کا ایک پبلی کیشن ڈویژن ہونا چاہیے، یہ پبلی کیشن ڈویژن باضابطہ رجسٹرڈ ہو، پہلے مرحلہ میں اردو لسانیات کی کتابیں درجہ اول سے درجہ ہشتم تک کی شائع کی جائیں ۔ کتابوں کی تیاری میں تجربہ کار اساتذہ کی خدمت لی جائے اور انہیں ان کا واجبی حق المحنت دیا جائے ۔ یہ کتابیں بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ کے تمام اسکولوں میں درجہ ہشتم تک جاری کی جائیں ۔ ابھی صورت حال یہ ہے کہ اقلیتی اسکول مختلف پبلشر سے کتابیں خریدتے ہیں ۔

جماعت اسلامی ہند نے اس ضمن میں بڑا کام کیا ہے، افضل حسین صاحب کی تصنیف کردہ کتابیں اکثر اسکولوں میں رائج ہیں ۔ یہ کتابیں کافی معیاری ہیں ، مضامین کی وجہ سے شہرت یافتہ ہیں ، اہل ادب کی سند انہیں حاصل ہے ۔ حضرت امیر شریعت نے فرمایا کہ اب تک کی مروجہ تمام کتابوں کا مطالعہ کرکے، اسی معیار پر امارت کتاب تیار کرے ۔ کتاب کی زبان آسان ہو ، مضامین اسلامی اور ملکی قدروں کی غماز ہوں ۔ بچوں کی سیرت سازی میں کتابوں کی بڑی اہمیت ہے ۔ اردو کے بعد دوسرے مضامین پر بھی غور کیا جاسکتا ہے ۔ درجہ اول سے درجہ ہشتم تک کی کتابوں کی طباعت واشاعت سے امارت کو بڑا نفع ہوگا ۔ اس سے امارت کا مقام مزید بڑھے گا اور لوگ اسے پسند فرمائیں گے ۔

حضرت امیر شریعت کے سامنے وفد کی طرف سے یہ بات رکھی گئی کہ ڈی اے وی اسکولوں میں اردو کی تعلیم بالکل مفقود ہوچکی ہے ۔ ہمارے جو بچے اور بچیاں ان اسکولوں سے فارغ ہوتے ہیں وہ اپنی زبان سے محروم رہ جاتے ہیں، وہ اپنے اسلاف کو نہیں جان پاتے ۔

حضرت امیر شریعت نے فرمایا تاریخ کی کتابوں پر بھی کام کرنے کی ضرورت ہے، اس میں زبان کی قید نہیں، ہندی اور انگریزی زبان میں بھی اپنے اسلاف کی تاریخ آزادیٔ ہند کی تاریخ ، آسان زبان میں مرتب کرسکتے ہیں، اسی ضمن میں حضرت نے فرمایا کہ ہندوستان کی پوری آبادی جانتی ہے کہ ۱۸۵۷ء سے جنگ آزادی کی تاریخ شروع ہوئی ۔ جب کہ یہ سچ نہیں ہے ۔ ہندوستان کی آزادی اور انگریزوں کی غلامی سے گلوخلاصی کی تحریک ۱۷۵۴ء سے شروع ہوتی ہے ۔ ۱۷۵۴ء سے ۱۸۵۷ء کے درمیان جو کچھ ہوا تاریخ سے اوجھل ہے ۔ ۱۷۵۴ء میں علی وردی خان (سراج الدولہ کے نانا) نے انگریزوں سے پہلی لڑائی لڑی، جس میں انگریزوں کو شکست ہوئی اور انگریزوں نے محسوس کرلیا کہ سیدھی جنگ میں ہندوستانیوں سے جیتا نہیں جاسکتا، اس لیے انہوں نے حکمت عملی بدلی اور سازشوں کی راہ اپنائی ۔

پورے ایک سو سال سے زائد مدت میں صرف اور صرف مسلمانوں کی قربانی ہے ۔ ۱۸۵۷ء اس کا عکس ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ اسے بیان نہ کرکے ۱۸۵۷ء کو پہلی تحریک آزادی شمار کیا جاتا ہے ۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں دہلی میں چار ہزار ہندو مارے گئے ، لیکن مسلمان شہیدوں کی تعداد پچیس ہزار تھی ، لاکھوں گھر برباد ہوگئے ۔ املاک قرق کرلیے گئے ۔ زمینوں کو نیلام کردیا گیا اور ہندوستان بے دست و پا ہوکر رہ گیا ۔ ضروت ہے کہ تاریخ کا ایمانداری سے مطالعہ کیا جائے اور صحیح حقائق پیش کئے جائیں ۔ حضرت امیر شریعت نے فرمایا کہ وہ اس موضوع پر رحمانی فاؤنڈیشن کی طرف سے مونگیر میں دو سیمینار بھی کراچکے ہیں ۔ جس میں دائیں اور بائیں بازو کے اسکالر بھی شریک ہوئے تھے ۔ سبھوں نے اپنی رائے پیش کی ، دائیں بازوں کے اسکالرس کے سامنے یہ بات تھی کہ ۱۸۵۷ء میں صرف دہلی میں چار ہزار ہندوؤں نے جان کی قربانی دی تھی ، یہ ان کے لیے بہت بڑی قربانی تھی ، اس لیے انہوں نے تحریک آزادی کی تاریخ یہیں سے شروع کی ۔ بائیں بازو کا معاملہ یہ ہے کہ کارل مارکس نے کتاب لکھی ''ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء'' اس لیے بائیں بازو والوں نے اسے پتھر کی لکیر سمجھا ۔ دونوں حلقوں کا ذہن حقیقت سے دور ہے ۔ بائیں بازو والوں نے سیمینار میں کہا کہ اس سے پہلے کی جنگ نوابوں کی سربراہی میں لڑی گئی ۔ حضرت امیر شریعت نے فرمایا کہ میں نے سیمینار میں کہا کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ بھی بہادر شاہ ظفر کی سربراہی میں لڑی گئی تھی ، ان لوگوں نے کہا کہ ۱۸۵۷ء کی لڑائی تاج برطانیہ سے ہوئی ، اس سے پہلے کی لڑائی انگریز تاجروں سے تھی ، میں نے بتایا کہ یہ بھی غلط ہے ، ۱۸۵۷ء کی لڑائی بھی انگریز تاجروں کی فوج سے ہوئی تھی ، اس واقعہ کے کئی مہینوں بعد تاج برطانیہ نے مملکت کی ذمہ داری سنبھالی ، میں نے کتابوں کے حوالے بھی دیئے ، حضرت نے فرمایا کہ وہ مرکز کے سابق وزیر تعلیمات شری ارجن سنگھ اور سابق وزیر اعظم ہند شری راجیو گاندھی کے سامنے بھی اس حقیقت کو آشکار کرچکے ہیں ۔ انہوں نے فرمایا کہ سائنس کے میدان میں مسلمانوں کی خدمات پر برطانیہ سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس میں ایک ہزار ایک مسلم سائنسدانوں کا ذکر کیا گیا ہے ۔ یہ کتاب رحمانی ۳۰ کی لائبریری میں موجود ہے ۔ حضرت نے فرمایا اس کا ترجمہ کرکے ، مسلمانان ہند اور ہندوستانی عوام و خواص کو اس سے روشناس کرایا جاسکتا ہے ۔ حضرت نے فرمایا علم کیمیا، علم فلکیات ، علم ہیئت، علم الارض یہاں تک کہ علم نباتات پر بھی مسلم سائنس دانوں کے بڑے احسانات ہیں، آپ نے مزید فرمایا کہ اسٹیتھو سکوپ (STETHOSCOPE) بھی مسلمانوں ہی کی ایجاد ہے ۔ (بقیہ صفحہ ۷ / پر)

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ھیں

شخصیات وانتقادیات

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

ڈاکٹر پروفیسر سید محمد مظہر الحق منظر اعجاز سابق صدر شعبۂ اردو اے ان کالج پٹنہ ،شاعر، ادیب اور نقاد کی حیثیت سے مشہور عام و خاص ہیں، ان کی تحریریں شوق سے پڑھی جاتی ہیں اور ان کی تنقید سے ادیب و شاعر کے مقام و مرتبہ کی تعیین ہوتی ہے، شخصیات وانتقادیات ان کی تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے، جسے انہوں نے تین باب میں تقسیم کیا ہے، پہلا باب شخصیات وکارنامے ، دوسرا باب کچھ یادیں، کچھ باتیں ، اور تیسرا باب مشاہیر بنام مشاہیر کے عنوان سے ہے، پہلے باب میں گیارہ مضامین سر سید احمد خان اور مدرسۃ العلوم ، آگہی بردار بصیرت کے شاعر حالی، سید افضل الدین احمد اور فسانۂ خورشیدی ، شاد عظیم آبادی کے بعد شعری تثلیث ، رضا نقوی واہی اور شعرستان، احمد یوسف اور آگ کے ہمسائے ، قیصر صدیقی اور زنبیل سحر تاب کے نغمات ، پروفیسر نجم الہدیٰ: شخصیت اور فن ، محمد حسن اور غزل کی نکتہ چینیاں، خورشید سمیع کے تنقیدی معاملے کا معاملہ، اسد خستہ جاں ، کا پہلا باب: ایک تجزیاتی مطالعہ کے عنوان سے ہے، دوسرے باب میں کچھ یادیں ، کچھ باتیں کے عنوان سے وہاب اشرفی ، اختر الایمان ، لطف الرحمٰن اور ندا فاضلی کی شخصیت اور ان کے ساتھ بیتے لمحات کے یادوں کی برات نکالی گئی ہے، جن کو پڑھ کر ان حضرات کی افتاد طبع اور ذاتی زندگی کے بارے میں بہت سی معلومات ہمیں ملتی ہیں، جو عموما ان کی سوانح اور ان کے فکر و فن پر گفتگو کرنے والوں کی نگاہوں سے اب تک اوجھل تھیں ۔ تیسرا باب مشاہیر بنام مشاہیر ، اقبال بنام صغرا ہمایوں مرزا ، سردار بنام سلطانہ ، مجروح بنام منظر اعجاز لکھے ہوئے خطوط پر مشتمل ہے، جس میں ان خطوط کی اہمیت پر ان کے اقتباس اور صاحب مکتوب کے شناخت نامہ کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے، ان مضامین میں ڈاکٹر منظر اعجاز نے اپنے مطالعہ اور مکتوب نگار سے اپنی واقفیت کا ذکر اچھے انداز اور عمدہ پیرایہ میں کیا ہے، تین سو بیس صفحات پر مشتمل اس کتاب کی قیمت چار سو نوے روپے ہے، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی کے ذریعہ چھپی اس کتاب کی طباعت روشان پرنٹرس دہلی میں ہوئی ہے ، بک امپوریم اور پرویز ہاؤس سبزی باغ پٹنہ سے اسے حاصل کیا جاسکتا ہے ، کتاب کا انتساب سید حسیب الرحمٰن ریٹائرڈ جوائنٹ ڈائرکٹر ایگری کلچر ، بہار کی نیک اطوار اور پُر وقار شخصیت اور ان کی اہلیہ عشرت باجی مرحومہ کی نرم گداز یادوں کے نام ہے، کتاب کے شروع میں پروفیسر نجم الہدیٰ صاحب کا مقدمہ ''میری نظر میں پروفیسر ڈاکٹر منظر اعجاز شخصیات وانتقادیات کے خصوصی حوالہ سے'' ہے، پیش لفظ پروفیسر خورشید سمیع نے لکھا ہے اور حرفے چند خود ڈاکٹر منظر اعجاز کا ہے ۔

ڈاکٹر منظر اعجاز جب کسی موضوع پر لکھتے ہیں تو اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور خلوص کے ساتھ تمام اہم فنی وادبی پہلوؤں سے بحث کرتے ہیں، اس کے نتیجے میں ان کی تحریر طویل ہوجاتی ہے اور شاید ہی کبھی کسی سمینار میں پوری تحریر پڑھنے کی نوبت آتی ہے، ڈاکٹر منظر اعجاز کو خود اس کا احساس ہے، وہاب اشرفی کے حوالہ سے انہوں نے خود ہی لکھا کہ ''وہ میری تحریر و تقریر کی طوالت سے اکثر الجھن محسوس کرنے لگتے تھے ...کئی بار تو ایسا ہوا کہ میری طوالت پر مجھے ٹوکا بھی اور روکا بھی ، اور بعض دفعہ مجلس یاراں اور بزم ادب نگاراں میں شفقت و محبت کے ساتھ میری سرزنش بھی کی'' ۔ لیکن وہ علامہ شبلی کی طرح یہ نہیں کہتے کہ ''مجھے مختصر لکھنے کی فرصت نہیں ملی'' ۔

ڈاکٹر منظر اعجاز جو کچھ لکھتے ہیں اس میں تحقیق و تنقید کا عنصر غالب ہوتا ہے، البتہ وہ اس کو فلسفیانہ رنگ و آہنگ دینے کے بجائے سادہ، سلیس اور رواں رکھنا پسند کرتے ہیں ، حالانکہ ان کے چہرے کو دیکھیے اور پڑھیے تو وہ پورے فلسفی نظر آتے ہیں، لیکن تحریر میں کہیں بھی یہ عنصر غالب نہیں ہوتا ، ادب و شاعری پر بحث کرتے ہوئے وہ ادب کے مروجہ خانوں جدیدیت ، مابعد جدیدیت ، ترقی پسندی وغیرہ اصطلاح سے بھی گریز کرتے ہیں، گو بعض الفاظ کے اردو بنانے کے چکر میں ان کی اصطلاح بوجھل بھی ہوجاتی ہے، جیسے موبائل جیسے چھوٹے لفظ کے لیے فارسی نما ترکیب ''آلۂ سماعت اصوات بعیدہ'' جب لکھتے ہیں تو قاری کے ذہن و دماغ پر ایک بوجھ محسوس ہوتا ہے ۔

کتاب کا نام شخصیات وانتقادیات دو جزء پر مبنی ہے، شخص کی جمع شخصیات عام طور پر مستعمل ہے، البتہ انتقادیات تنقید اور نقد کے معنی میں عربی زبان وادب کے واقفین کے لیے گراں بار ہے، کیوں کہ عربی میں مصدر کی جمع نہیں آتی ہے، انتقاد باب افتعال کا مصدر ہے، اور اس کی جمع لائی گئی ہے ، جو غیر مستعمل ہے، مجھے معلوم ہے کہ انتقادیات کے نام سے پہلے بھی کئی کتابیں لکھی گئی ہیں، جن میں نیاز فتح پوری مطبوعہ مقصود حنفی کی تنقیدی و لسانیاتی انتقادیات انہیں کی ادبی انتقادیات، سید تالیف حیدر کی خواجہ میر درد حیات وانتقادیات ، احمد سہیل کی تاریخ کاری کا ساختیاتی مخاطبہ اور انتقادیات ، ڈاکٹر ہلال نقوی کی انتقادیاتِ جوش، خاص طور پر قابل ذکر ہیں، یہ معاملہ خالص لسانیات کا ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ الفاظ کی تشکیل و ترتیب نیز ساخت میں خاندان السنہ کی رعایت ضروری ہے ورنہ الفاظ کا روٹ (Rout) ہی کہیں گم ہوکر رہ جائے گا ۔

ڈاکٹر منظر اعجاز بڑے ادیب ، شاعر اور نقاد ہیں، ان کا مطالعہ وسیع ہے، انتقادیات پر بات چل پڑی تو یہ چند جملے لکھا گئے ، اور یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ یہ لفظ بہت پہلے سے رائج ہے اور ادباء وشعراء اس کا استعمال کرتے ہوئے آئے ہیں ۔ ڈاکٹر منظر اعجاز کی یہ کتاب شخصیات اور ان کے ادبی شہ پاروں کو جانچنے اور پرکھنے کے سلسلے میں انتہائی مفید ہے، کیوں کہ بقول پروفیسر نجم الہدیٰ ''وہ لکھنے کے لیے جب کسی موضوع کا انتخاب کرتے ہیں تو پہلے اس کے متعلق ممکنہ حد تک تمام دستیاب مواد تک رسائی کی کوشش ضرور کرتے ہیں، گہرے مطالعہ اور اپنے حاصل کردہ مفصل معلومات کے بعد ہی قلم اٹھاتے ہیں، انتقادیات میں انصاف سے کام لیتے ہیں اور راست بازی کو مشعل راہ بناتے ہیں، ان کی تنقید کبھی تقابلی ہوتی ہے اور کبھی تجزیاتی، تقابل میں وہ کسی کو گھٹاتے بڑھاتے نہیں ہیں، مختصر یہ کہ مختلف اوقات میں لکھے گئے ان کے تاثراتی ،تنقیدی اور تجزیاتی مضامین کا یہ مجموعہ اس لائق ہے کہ وہ لائبریریوں کی زینت بنے اور اردو کا ہر قاری بقدر ظرف اس سے استفادہ کرے، خورشید سمیع صاحب کی رائے ہے کہ اسے نصاب میں شامل کرنے میں تامل نہیں ہونا چاہیے ۔

یادوں کے چراغ

امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر پروفیسر عید محمد انصاری، صدر شعبۂ فارسی بہار یونیورسٹی مظفرپور

دوسری قسط (ایک قدیم تحریر)

امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ کی زندگی کا دوسرا پہلو جو خاص طور پر متاثر کرتا ہے وہ یہ کہ انہوں نے جن کاموں کو اپنے ذمہ لیا ان کا پورا پورا حق ادا کیا، ۳۳؍سال قبل جب انہیں بہار، اڈیشہ کے امیر شریعت کی ذمہ داری سپرد کی گئی تو انہوں نے اپنی تمام تر توانائی اور صلاحیت امارت شرعیہ کی ترقی اور استحکام کے لئے وقف کردی۔ ۵۷ء میں اس ادارے کی سالانہ آمدنی اور خرچ ۲۲؍ہزار روپے تھی، آج جب مولانا رخصت ہوئے ہیں تو اس کی سالانہ آمدنی اور خرچ اٹھارہ لاکھ روپئے ہے۔ تب یہ ادارہ محض صوبائی حیثیت کا تھا آج بھی امارت شرعیہ کا دائرہ کار بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ تک محدود ہے، لیکن اس کی حیثیت اور اہمیت کل ہند سطح پر تسلیم کی جا چکی ہے اور امارت شرعیہ کے طرز پر دوسرے صوبوں میں بھی اداروں کا قیام عمل میں آچکا ہے، امارت شرعیہ کے مالی استحکام اور دائرہ کار میں توسیع کے ساتھ ساتھ انہوں نے تربیت یافتہ مخلص اور ادارے کے مقاصد سے پوری ہم آہنگ اور وفادار کارکنوں کی ایک ایسی ٹیم اپنے پیچھے چھوڑی ہے جو ان کے بعد اس مشن کو جاری رکھنے اور آگے بڑھانے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔ ناظم امارت شرعیہ کی تنظیمی اور اقدامی صلاحیت، مشکل اور صبر آزما حالات میں ہوش وحواس کو قابو میں رکھتے ہوئے مسائل سے نمٹنا ان کی ایسی خوبی ہے جس کا جواب نہیں۔ اسی طرح قاضی شریعت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی کی علمی اور فقہی بصیرت کا لوہا تو پورا ہندوستان مانتا ہے۔ حضرت امیر شریعت رابع کی ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ وہ اداروں کی ترقی اور استحکام کے ساتھ ساتھ ان کے لئے مناسب افراد کا انتخاب اور ان کی تربیت پر بھی خاص دھیان دیتے تھے۔ مولانا نے اپنی زندگی میں ہی خانقاہ اور جامعہ رحمانی کے فیض کو جاری وساری رکھنے کے لئے اپنے چھوٹے صاحبزادے مولانا محمد ولی رحمانی کو اس کے لئے تیار کرنے کا کام شروع کردیا تھا۔ گذشتہ ۲۵؍برسوں سے تربیت وتیاری کا یہ سلسلہ جاری تھا۔ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب حضرت کے تمام کاموں کی انجام دہی میں نہ صرف ہاتھ بٹایا کرتے تھے بلکہ آخری برسوں میں ان کی صلاحیتوں پر حضرت اس حد تک اعتماد کرنے لگے تھے کہ کوئی اہم فیصلہ کرنے سے پہلے ان کا مشورہ ضرور لیا کرتے تھے۔ وصال کے بعد دوسرے دن صبح کو مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی باضابطہ گدی نشینی عمل میں آگئی۔ امید ہے حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کی جلائی ہوئی اس شمع کی لو کچھ اور تیز ہوگی اور دین وشریعت کی اشاعت کا کام اور بڑے پیمانے پر جاری رہے گا۔

مولانا کی ایک اہم یادگار آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ بھی ہے۔ بورڈ کے قیام کے سلسلے میں تمام مسالک اور مکتبۂ فکر کے علماء اور دانشوران کو یکجا کرنے کے لئے مولانا نے جو پاپڑ بیلے وہ بھی ایک تاریخ ہے۔ شریعت اسلامی کے تحفظ کے لئے ملت کے سبھی ٹکروں کو جوڑنے کے لئے وہ ایک ایک دروازے پر گئے، اور تعاون کا وعدہ لے کر ہی اٹھے۔ ان کے دروازے پر بھی گئے جو مصافحہ کے بعد یقین کرتے ہیں کہ ان کا ہاتھ ناپاک ہوگیا۔ یہ بات جانتے ہوئے بھی مولانا نے کوئی ذلت اور سبکی محسوس نہیں کی اور پھر بورڈ کے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے انہوں نے اس اتحاد کی ایک مقدس امانت کی طرح حفاظت کی۔ شاہ بانو کیس میں سپریم کورٹ کے فیصلے کے خلاف پورے ملک میں تحفظ شریعت کی تحریک چلی اور کامیاب ہوئی۔ اس کی کامیابی اور طاقت کا راز اسی اتحاد میں مضمر ہے۔ یہ تحریک مسلمانوں کے کسی مسلک یا فرقے کی تحریک نہیں تھی یہ پندرہ کروڑ پر مشتمل پوری امت کی تحریک تھی۔

جیسا کہ ہم نے لکھا ہے مولانا نے جن کاموں کو اپنے ذمہ لیا ان کو پوری سنجیدگی اور لگن سے انجام دیا اور انہیں ایک ٹھوس بنیاد عطا کر کے اس دنیا سے گئے۔ اس لئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اگرچہ شمع بجھ گئی لیکن اس کی روشنی باقی ہے اور تا ابد باقی رہے گی۔

جامعہ رحمانی مونگیر وہ ادارہ ہے جس کی ملک اور بیرون ملک میں پہچان ہے۔ حضرت امیر شریعت رابع کا اس کی توسیع و استحکام میں بہت اہم کردار رہا ہے۔ اور اب اس کو چار چاند لگانے میں موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا محمد ولی رحمانی مدظلہ العالی کی ذات بابرکات دن رات لگی ہوئی ہے۔ ہر سال سالانہ جلسہ ہوتا ہے، جس میں کافی تعداد میں لوگ شریک ہوتے ہیں۔ ۱۰؍نومبر ۱۹۹۱ء کو منعقد اجلاس میں حضرت امیر شریعت مولانا محمد ولی رحمانی مدظلہ العالی نے حضرت امیر شریعت مرحوم کے سلسلہ میں اپنے تاثرات پیش کئے، مولانا عبدالسبحان صاحب رحمانی استاذ جامعہ رحمانی، مولانا محمد قاسم صاحب مظفرپوری قاضی شریعت مدرسہ رحمانیہ سوپول دربھنگہ، مولانا محمد تسلیم صاحب نائب ناظم جامعہ رحمانی نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ قومی تنظیم پٹنہ ۲۳؍نومبر ۱۹۹۱ء میں اس جلسہ کی رپورٹ شائع کی جو درج ذیل ہے:

”شمالی ہند کی مشہور اور معیاری دینی تعلیم گاہ جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر کا سالانہ عظیم الشان جلسہ اپنی شاندار روایات اور پورے نظم وضبط کے ساتھ ۱۰؍نومبر ۱۹۹۱ء کو حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ سجادہ نشین خانقاہ رحمانی ونائب صدر آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت کی صدارت میں کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہونچا، جس میں صوبہ اور بیرون صوبہ سے ہزاروں فرزندان توحید اور عقیدت مندان خانقاہ نے شرکت کی، سیکڑوں علماء ومشائخ اور بزرگان طریقت بھی شریک ہوئے، جامعہ رحمانی کا پورا میدان اور قرب وجوار کے مقامات سامعین سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ قاری عبدالقادر صاحب استاد جامعہ کی تلاوت قرآن مجید اور حافظ شہادت حسین متعلم جامعہ کی نعت سے اجلاس کا آغاز ہوا۔

اس اجلاس کو خطاب کرنے کے لئے صدر جلسہ مولانا سید محمد ولی رحمانی سجادہ نشین خانقاہ رحمانی جب کرسی پر رونق افروز ہوئے تو پورا مجمع یکسو ہوگیا اور سناٹا طاری ہوگیا۔ صدر اجلاس نے خطبہ کے بعد فرمایا۔ میں جامعہ رحمانی کی ۲۷؍سال سے خدمت کر رہا ہوں اور برابر مجمع سے خطاب کرتا رہا ہوں، جو کچھ عرض کرتا رہا ہوں وہ اس ادارہ خانقاہ رحمانیہ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا فیض ہے، سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی قدس سرہ العزیز کی کمی برسوں محسوس کی جائے گی، کبھی کبھی ایک فرد پوری جماعت پہ، کبھی ایک انسان پورے ادارہ پر بھاری ہوا کرتا ہے، شخصیت اپنی خدمت، اپنے اثرات اور اپنی روحانی بلندی کی وجہ سے اتنی عظیم ہوجاتی ہے کہ ساری چیزیں بڑے بڑے ادارے اور قدآور ہستیاں ایک شخصیت کے سہارے چلا کرتی ہیں، ان گنہگار نگاہوں نے جامعہ رحمانی اور خانقاہ رحمانیہ میں ایک ایسی شخصیت دیکھی ہے جس میں جتنی صلاحیت تھی اور جس کا جتنا ظرف تھا اس نے اس ہستی سے اسی قدر استفادہ کیا، ایک طرف تو یہ حال تھا کہ سب کو بقدر ظرف دیا اور دوسری طرف تشنگان معرفت نے اپنے پیمانہ اور طلب وچاہ کے مطابق فیض اٹھایا۔ اب وہ شخصیت ہمارے درمیان نہیں رہی لیکن ان کے کئے ہوئے وعدے مرے نہیں ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں، جن کو اپنے وعدہ کا پاس ہے، وہ اس سرزمین کی مٹی کو سرمہ شفا سمجھتے رہیں گے اور اس عظیم شخصیت کے پیغام کو زندہ رکھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ جامعہ رحمانی اور خانقاہ رحمانی حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی قدس سرہ کی عظیم علمی وروحانی یادگار ہے، ان سے ارتباط اور اکتساب فیض ہی دراصل ان کے پیغام کو زندہ رکھنے کی اہم کڑی ہے۔ جامعہ رحمانی اور خانقاہ رحمانی کی ذمہ داری میرے کمزور کاندھوں پر ڈالی گئی ہے، یہ ذمہ داری اس یقین کے ساتھ اٹھائی گئی ہے کہ یہ ناکارہ انسان اگرچہ بہت کمزور ہے لیکن خدا کا فضل اور اس کی رحمت وکرم کمزور نہیں ہے، دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ اخلاص کے ساتھ حضرت اقدس علیہ الرحمہ اور بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے اور مجھے وہ حوصلہ اور توانائی عطا کرے کہ جامعہ رحمانی اور خانقاہ رحمانی جو بزرگوں کی مقدس امانت ہے اس کی پوری حفاظت کرسکوں۔ اس اجلاس سے جناب مولانا عبدالسبحان صاحب رحمانی استاذ حدیث جامعہ رحمانی مونگیر، جناب مولانا محمد قاسم صاحب مظفرپوری اور مولانا محمد تسلیم صاحب نے بھی خطاب کیا، انہوں نے کہا کہ یہ دونوں ادارے اپنی خدمات میں ممتاز ہیں اور جس نے بہتر کارکردگی کا ریکارڈ قائم کیا ہے اور یہ فیض ہے حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی کا، ملت اسلامیہ جن کے احسان سے سبکدوش نہیں ہوسکتی اور نہ ان کی قربانیوں کو فراموش کرسکتی ہے۔ ہر مقرر نے حضرت امیر شریعت علیہ الرحمہ کے کمالات علمی، روحانی اور ملی ودینی خدمات کو سراہا اور خراج عقیدت پیش کیا۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی عالم اسلام کے مشہور ومعروف اسکالر، مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر اور عالم اسلام کی مختلف تنظیموں کے رکن کو حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی مرحوم سے بڑی قربت تھی، آپ کی وفات سے مولانا علی میاں کو بہت دکھ ہوا، آپ نے اظہار تاسف ان الفاظ میں کیا، ملاحظہ فرمائیں: ”۳؍رمضان المبارک کو نماز فجر سے ذرا قبل لکھنؤ سے بذریعہ فون یہ خبر ملی، بجلی بن کر دل ودماغ پر گری، مولانا کی وفات سے نہ صرف امارت شرعیہ بہار واڈیشہ جیسی فعال، موثر ومبارک تحریک وتنظیم جس کی نظیر ملنی مشکل ہے، اور ریاست بہار واڈیشہ کی دینی وملی قیادت میں ایک ایسا خلا پیدا ہوگیا جس کا بظاہر پر ہونا مشکل ہے، مولانا علی میاں نے مزید کہا کہ نہ صرف آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ جیسا فعال اور ضروری ادارہ اپنے بانی ومحرک وروح رواں سے محروم ہوگیا ہے بلکہ ہندوستان کی دینی وملی اور فکری قیادت میں ایک ایسا خلاء پیدا ہوگیا جس کا قحط الرجال کے اس دور میں پر ہونا ممکن نظر نہیں آتا۔ مولانا کی شخصیت اپنی ریاست اور ہندوستان ہی نہیں پوری اسلامی دنیا کی ممتاز ترین شخصیتوں میں تھی، اللہ تعالیٰ نے علم واخلاص، قوت ارادی، اصابت رائے اور علم وتوازن کی وجہ سے ان کی ذات میں ایسی خوبیاں جمع کردی تھیں جن کا ایک شخصیت میں بہت مشکل سے اجتماع ہوتا ہے، اس کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے متعدد غیر معمولی دینی، ملی وتاریخی کام لئے، مولانا علی میاں نے اپنے بیان کے آخر میں کہا کہ میں مرحوم کے خاندان کے پسماندگان اور معتقدین کو ہی نہیں، پوری ملت کو اس عظیم حادثہ پر تعزیت پیش کرتا ہوں اور مولانا کے رفع درجات اور ان کے عظیم کاموں اور ارادوں کی بقا کے لئے دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان کے سانحہ ارتحال کے بعد بھی ان کے شروع کئے ہوئے کاموں کو اور ترقی دیتے ہوئے اداروں کو پھلتا پھولتا رکھے۔“ (قومی تنظیم ۳۱؍مارچ ۱۹۹۱ء)

حضرت مولانا ادریس ذکا گڑھولوی جو مولانا بشارت کریم کے صاحبزادہ ہیں، مدرسہ جامع العلوم مظفرپور میں استاذ تھے، آپ نے بھی حضرت امیر شریعت کی وفات پر اپنا منظوم تاثر پیش کیا، یہ ۳؍اپریل ۱۹۹۱ء کو قومی تنظیم میں شائع ہوا، ملاحظہ کیجئے:

صدحیف داغ فرقت دیکر ہوئے ہیں رخصت — وہ محافظ شریعت وہ مرشد طریقت
محبوب خاص رحماں مقبول عام دوراں — وہ شمع بزم عرفاں حضرت امیر منت
یہ ماہ رحمتوں کا عشرہ بھی رحمتوں کا — رخصت ہوئے اسی میں حضرت بسوئے جنت

ہندوستان کی راجدھانی دہلی کی معروف ہستی فیروز بخت جو مولانا ابوالکلام آزاد کے خانوادہ سے اپنی رشتہ داری بتاتے ہیں، ماہر تعلیم اور جرنلسٹ ہیں، انہوں نے حضرت امیر شریعت کے بارے میں لکھا: ”جامعہ رحمانی کی نشاۃ ثانیہ کا ارادہ حضرت مولانا رحمانی نے ۱۹۲۷ء میں کیا، جو ۱۹۳۴ء تک چل کر بند ہوگیا، جس کی وجہ زلزلہ تھا، ۱۹۴۳ء میں انہوں نے جامعہ کو دوبارہ وجود بخشا اور خود پڑھانا شروع کیا، شروع میں محض چار طلباء تھے، مگر بتدریج ان کی تعداد بڑھتی چلی گئی، آج یہاں تقریباً ایک ہزار سے بھی زیادہ طالب علم درس وتدریس کے عمل سے جڑے ہیں، اس خاندان رحمانی نے ملک وملت کی جو تعلیمی خدمات ادا کی ہیں ان کی مثال ملنا مشکل ہے۔ حضرت مولانا منت اللہ رحمانی نے اس درسگاہ کی باگ ڈور ایک ایسے دور میں سنبھالی تھی کہ جب ولولہ انگیز تقریروں، آتشی نعروں اور رزمیہ نغموں وترانوں کا دور گزر چکا تھا اور ایسی تازہ دم قیادت مطلوب تھی کہ جو امت کے زخم کا مرہم بن سکے، مسلمان کے ہوش وہواس کو جمع کرسکے، نیا اعتماد اور نیا حوصلہ پیدا کرسکے، صبر وثبات کا سبق دے، ماتم سنجی کے بجائے خود اعتمادی پیدا کرے، دینی عصری تعلیمات کے مراکز کو تقویت پہونچائے اور جوش کی جگہ ہوش وغیر حقیقت پسندانہ نعروں کی جگہ تدبیر اور طویل مدتی منصوبہ بندی اور تعمیر کو لائحہ عمل بنائے، آزادی کے بعد قیادت کی ضرورت کو پورا کرنے والے لوگوں میں امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد، حضرت مولانا منت اللہ رحمانی، مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی پیش پیش تھے۔

عموماً دیکھا یہ گیا ہے کہ قومی ملی اور تحریکی کاموں کے ساتھ اکثر علمی کاموں کا رشتہ باقی نہیں رہ پاتا، مگر مولانا آزاد کی طرح مولانا منت اللہ رحمانی نے بھی مشغولیات کی کثرت وعدیم الفرصتی کے باوجود علم وادب کی جو خدمات انجام دیں وہ خود میں ایک کارنامہ ہے، فقہ ان کا خاص موضوع تھا، اس موضوع پر قانون شریعت کے مصادر اور نئے مسائل کا حل، مسلم پرسنل لا اور قضا کی تاریخی حیثیت پر ان کی قیمتی تحریریں ہیں، ”کتابت حدیث“ ایک اہم کتاب بھی ان کی ہے، انہوں نے ادارت کے فرائض بھی انجام دیے، مولانا مناظر احسن گیلانی کے مکتوبات بھی مرتب کئے، مولانا کی تحریر سہل، شگفتہ، عام فہم اور رواں ہوا کرتی تھی، خطاب میں بھی یہی رنگ تھا، جس میں جوش وہوش کا عنصر غالب ہوتا۔ مولانا منت اللہ رحمانی بڑے عظیم انسان تھے، ان کی رائے کی اصابت اور صلاحیت دونوں قابل رشک تھیں، اصول پسندی اور معقولیت ان کی زندگی کے ساتھ لازم وملزوم تھے۔ مولانا منت اللہ رحمانی کی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے، امارت شرعیہ کو انہوں نے اپنے خون جگر سے سینچا، جامعہ رحمانی کو انہوں نے پروان چڑھایا، دارالعلوم دیوبند کی رکن شوریٰ کی حیثیت سے رہنمائی کی، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی داغ بیل ڈالی اور تاحیات اس کی اس طرح قیادت فرمائی کہ وہ ہندوستان کا سب سے زیادہ موقر ادارہ اور ہندوستانی مسلمانوں کی آرزوؤں کا سب سے بڑا مرکز بن گیا۔ (بقیہ صفحہ ۷؍پر)

اولیاء کرام کی قابل تقلید زندگی

حافظ جمال احمد

زمانہ بدل چکا ہے، حالات تبدیل ہو چکے ہیں، لیکن بزرگان دین کے واقعات آج بھی ہمارے لئے روشنی کا منارہ ہیں، تاریخ شاہد ہے کہ ہمارے بزرگان دین نے حق وصداقت کی آواز بلند کرنے میں نہ کبھی تلوار کی پرواہ کی، نہ حکومتوں کی، بزرگان دین جان دے دیا کرتے تھے، مگر آواز حق کے بلند کرنے سے کبھی باز نہ رہتے تھے، تلواروں کے سایہ میں، گولیوں کی بوچھار میں، موت وحیات کی کشاکش میں ان کی آواز حق ہمیشہ سنائی دیتی رہی ہے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے، بزرگان دین نے کس طرح بڑی سے بڑی شخصیتوں کی پروانہ کرتے ہوئے آواز حق بلند کی ہے، اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعات سے ہوسکتا ہے۔

(۱) حجاج ظالم حجاج جس نے خانہ کعبہ پر سنگباری کر کے خانہ کعبہ کو تباہ کر دیا تھا، ایک مرتبہ تقریر کر رہا تھا، تقریر کرتے کرتے شام ہوگئی، نماز کا وقت آیا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا ''اے شخص نماز کا وقت آگیا ہے، اب بیٹھ جا'' ان الفاظ کا تین بارا عادہ کیا، لیکن حجاج جو اعلیٰ درجہ کا خودسر تھا، برابر تقریر کرتا رہا، چوتھی بار حضرت عبداللہ بن عمر نے سامعین کی طرح مخاطب ہو کر کہا ''خدا اور شریعت کے مقابلہ میں حاکم کوئی حقیقت نہیں رکھتا، اے فرزندان اسلام اگر میں اس مجمع سے کھڑا ہو جاؤں تو کیا تم لوگ اٹھنے کے لئے تیار ہو'' لوگوں نے جواب دیا ''ہم تیار ہیں'' حضرت عبداللہ بن عمر کھڑے ہوگئے، سارا مجمع بھی ان کے ساتھ کھڑا ہوگیا، اور حجاج دیکھتا رہ گیا، اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر نے حجاج کی طرف مخاطب ہو کر کہا، معلوم ہوتا ہے کہ تجھے نماز کی ضرورت نہیں۔ حجاج نادم ہو کر اتر آیا، اور نماز پڑھی، نماز کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر کو بلایا اور پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کہا؟ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا ''نماز ہم پر فرض ہے، میں تم سے کہتا ہوں کہ جب نماز کا وقت آجایا کرے تو نماز پڑھ لیا کرو، اور اس کے بعد جو چاہے بکا کرو'' حجاج خاموش ہوگیا، لیکن اس نے یہ فیصلہ کرلیا کہ عبداللہ بن عمر سے اپنی اس ذلت کا بدلہ لے گا، چنانچہ حجاج کے حکم سے ایک شخص نے ایام حج کی بھیڑ بھاڑ میں زہر آلود نیزہ ان کے پیر میں چبھو دیا اور اس زہر آلود نیزہ کے زخم سے حضرت عبداللہ بن عمر جانبر نہ ہوسکے۔

(۲) سلطان جلال الدین خلجی نے بارہا اس کی کوشش کی کہ اسے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوجائے، لیکن حضرت سلطان المشائخ نے سلطان کو اپنے فقیرانہ دربار میں حاضری کی اجازت نہیں دی، ایک دن سلطان نے حضرت امیر خسرو سے اپنی اس تمنا کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ میں خود ہی حاضر ہو جاؤں گا، لیکن آپ اس راز کو حضرت سلطان المشائخ پر ظاہر نہ فرمائیے، حضرت امیر خسرو سلطان کے پاس سے جب حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ عجب کشمکش میں تھے، اگر راز ظاہر کرتے ہیں تو جان کا خوف اور اگر راز پوشیدہ رکھتے ہیں تو حضرت کی ناراضگی کا خطرہ، چنانچہ آپ نے حضرت سے سارا حال کہہ دیا، حضرت سلطان المشائخ فوراً دہلی چھوڑ کر چلے گئے، سلطان جلال الدین کو جب یہ معلوم ہوا تو بے حد برہم ہوا اور اس نے فوراً حضرت امیر خسرو کو بلایا اور حضرت سلطان المشائخ کی روانگی کے بارے میں پوچھا، آپ نے صاف الفاظ میں کہہ دیا ''اے بادشاہ تیری ناراضگی میں تو جان کا خوف تھا، جسے ایک نہ ایک دن جانا ہے، اور شہنشاہ دین کی ناراضگی کے بعد عاقبت تباہ ہوتی تھی، میں نے دنیا پر عاقبت کو ترجیح دی، بادشاہ یہ سن کر خاموش ہوگیا۔

(۳) خلفائے بنی امیہ کے زمانہ میں خالد بن صفوان ایک باعمل بزرگ گزرے ہیں، وہ کبھی بادشاہوں کے پاس نہیں جاتے تھے، اور اگر کبھی جاتے بھی تو بادشاہوں کو پند ونصائح کی غرض سے، ایک دن ہشام بن عبدالملک کے پاس گئے، ہشام نے خالد بن صفوان سے کہا کہ مجھے کوئی اچھی بات سنائیے، آپ نے فرمایا کہ میں ایک نہایت ہی دلچسپ قصہ سناتا ہوں، کسی زمانے میں ایک بادشاہ تھا، اس نے اپنے عالیشان محلوں کی طرف اشارہ کر کے اپنے ہم نشینوں سے پوچھا یہ کس کے محل ہیں، انہوں نے کہا حضور کے، پھر فوج کی طرف اشارہ کر کے اپنے ہم نشینوں سے پوچھا یہ کس کی فوج ہے، خوشامدیوں نے کہا حضور کے علاوہ کس کی اتنی کثیر فوج ہوسکتی ہے، اس کے بعد بادشاہ نے پوچھا اور اس خزانہ کا مالک کون ہے، مصاحبین بول اٹھے آپ اور صرف آپ، ان ہی خوشامدی مصاحبین میں ایک بوڑھا بھی تھا اس نے کہا یہ سب کچھ سچ ہے کہ جو کچھ بھی ہے وہ حضور ہی کا ہے، لیکن اس سے پہلے یہ آپ کا نہ تھا یہ آپ کے باپ کا تھا، آپ کے باپ کے مرنے کے بعد یہ سب کچھ آپ کو میراث میں ملا ہے اور آپ کے بعد اس کا وارث آپ کا جانشیں ہوگا، جس طرح آپ کے پیشتر والے ساتھ نہ لے جاسکے اسی طرح آپ بھی نہ لے جاسکیں گے، اے بادشاہ! آج تو ان چیزوں کو اپنا بنا رہا ہے لیکن وہ دن بھی یاد کرو کہ جب تیرے وارث تجھے خاک میں ملا کر اس پر قابض ہو جائیں گے، خلیفہ ہشام پر اس قصہ کا بے حد اثر ہوا اور اس کے بعد خلیفہ نے خزانہ رعایا کے لئے وقف کر دی۔

(۴) ابومسلم خراسانی کا ظلم وستم اس درجہ بڑھ چکا تھا کہ کسی کی اتنی ہمت نہیں تھی کہ ابومسلم خراسانی کے خلاف ایک لفظ بھی کہہ سکے، ابومسلم خراسانی اپنے عروج اور اقتدار کے زعم میں بنی امیہ کے طرفداروں کو بے دریغ قتل کر رہا تھا، ابومسلم چاہتا تھا کہ بنی امیہ کا نام ونشان مٹا کر کسی نہ کسی طرح بنی عباس کی حکومت قائم کردے، اس مقصد کے لئے بنی امیہ اور اس کے طرفداروں کا وہ آزادانہ خون بہا رہا تھا، ابومسلم کے اس جور وستم کو دیکھ کر اس زمانہ کے مشہور بزرگ ابراہیم بن میمون اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے، آپ ابومسلم کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ دنیاوی حکومتوں کے لئے آخرت کا عذاب کیوں لیتا ہے، اس خونریزی سے باز آ'' ابومسلم خراسانی میں بھلا کب تاب تھی کہ وہ اس قسم کے جملے سن سکے، اس نے فوراً حکم دیا کہ ابراہیم بن میمون کو قید کرلیا جائے، ابراہیم بن میمون قید کرا لئے گئے، آپ کا قید ہونا تھا کہ ایک ہنگامہ برپا ہوگیا، آخر ابومسلم نے آپ کو مجبور ہو کر رہا کر دیا، رہا ہونے کے بعد ابراہیم بن میمون پھر ابومسلم کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ ''ظلم سے باز آجا'' ابومسلم نے پھر آپ کو گرفتار کرا دیا اور اس کے بعد نہایت خاموشی کے ساتھ آپ کو قتل کرا دیا، آپ حق وصداقت پر قربان ہوگئے، لیکن اپنے زمانہ کے لوگوں کے دلوں پر ایک نہ مٹنے والا نقش چھوڑ گئے، آپ کی شہادت کی خبر جب امام ابوحنیفہ نے سنی تو آپ بہت روئے اور آپ نے رو کر کہا کہ ''افسوس آج ایک سچا حق پرست دنیا سے اٹھ گیا''۔

(۵) منصور عباس چاہتا تھا کہ حضرت امام ابوحنیفہ کو حکومت کی زنجیروں میں جکڑ دیا جائے، منصور نے امام ابوحنیفہ کو اپنے دربار میں بلایا، اور نہایت فخر کے ساتھ کہا کہ میں تمہیں قضا کا عہدہ دیتا ہوں، حضرت امام ابوحنیفہ نے جواب دیا کہ جس حکومت کا بادشاہ منصف نہ ہو اس حکومت کا قاضی کیا خاک رعایا کے ساتھ انصاف کرسکتا ہے، میں قضا کا عہدہ قبول نہیں کرسکتا اور نہ میں اس عہدہ کے قابل ہوں، منصور کو طیش آگیا اور اس نے کہا: ''تم جھوٹے ہو'' امام ابوحنیفہ نے جواب دیا ''اگر میں جھوٹا ہوں تو پھر اس عہدہ کے لئے قطعی نااہل ہوں، کیونکہ جھوٹا شخص قاضی نہیں ہوسکتا'' منصور نہ مانا وراس نے کہا ''میں قسم کھا چکا ہوں کہ یہ عہدہ تمہیں دوں گا۔ اس لئے یہ عہدہ تمہیں قبول کرنا ہوگا'' امام ابوحنیفہؒ نے جواب دیا کہ ''میں قسم کھا چکا ہوں کہ یہ عہدہ کبھی قبول نہ کروں گا''

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی اس جرأت پر سارا دربار حیرت میں تھا، منصور کی حالت یہ تھی کہ غصہ نے اسے دیوانہ کر دیا تھا، منصور نے جبریہ حضرت امام ابوحنیفہ کو قاضی کا عہدہ دے دیا، مگر آپ نے قبول نہ کیا، آخر آپ کو قید کر دیا گیا، آپ کا قید ہونا تھا کہ بغداد میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی، خلیفہ منصور بہت پریشان ہوا، اور آخر میں اس نے قید خانہ میں زہر دلوا کر اس علم وفضل کے آفتاب کو ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلا دیا۔

مندرجہ بالا واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قدیم زمانہ کے مسلمانوں میں کس قدر جوش ایمانی تھا، اور وہ حق وصداقت کے لئے کس طرح جان پر کھیل جایا کرتے تھے، بزرگان دین کے ان واقعات سے ہمیں روشنی ملتی ہے، اس لئے آج ضرورت اسی بات کی ہے کہ ہم بھی اخلاقی جرأت سے کام لیں، ہمت وحوصلہ اور جوانمردی کو بروئے کار لائیں، اور یقین رکھیں کہ صاحب عزیمت کی تبلیغی مساعی کبھی رائیگاں نہیں جاتیں، ان پر اللہ کی غیبی نصرت شامل حال ہوتی ہے۔ (ماہنامہ سیرت ۱۹۵۷)

انصاف کو انصاف چاہئے

محمد شاہنواز سمستی پوری امارت شرعیہ پٹنہ

اگر قانون کے محافظ ہی قانون شکنی کرنے لگیں تو انصاف تک رسائی ناممکن ہو جاتی ہے، اس لئے غور طلب بات یہ ہے کہ کسی بھی ملک میں پولیس کا شعبہ اس لیے ہوتا ہے کہ وہ معاشرے کو بگاڑنے، اقدار کو پامال کرنے، انسان کے وجود، اس کی آزادی، نجی زندگی، مال ومنال کو چیلنج کرنے اور اجتماعی زندگی کو حفظ وامان سے محروم کرنے والے عناصر سے نبرد آزما رہے۔ معاشرے میں امن عامہ کی صورتحال بحال رکھنا ہو، لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری ہو، جرائم پر قابو پانا اور مجرموں کو سزا کے مراحل تک پہنچانا ہو، ہر موقع پر پولیس کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ لیکن جب پولیس ہی دنگائی بن جائے اور محافظ ہی لٹیرا ہو جائے، مجرموں اور مفسدوں کو آزاد چھوڑ دے، معصوموں کو قید خانہ میں ٹھونس کر ان کی زندگی کے حسین لمحات کو کال کوٹھری کی نذر کر دے تو ملک ومعاشرہ کا امن وامان معدوم ہو جاتا ہے۔

سال رواں فروری کے آخری عشرے میں دہلی میں جو فسادات ہوئے، بلوائیوں، مفسدوں نے منظّم اور منصوبہ بند طریقہ پر بلا استثناء مردوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کئے، مال لوٹا، مکانات جلائے، خانہ خدا کو نذر آتش کیا اور کلام الٰہی کی بے حرمتی کی گئی، اس نسل کشی میں پڑھے لکھے تعلیم یافتہ، ذہین، صنعت کار، اور سیاستدانوں نے بھی درندگی کا مظاہرہ کیا، علی العموم ارباب حل وعقد، حکومت کے اعلیٰ ذمہ داران خاموش رہے اور انہوں نے اس نسل کشی کے سد باب کے لئے کوئی مضبوط عملی قدم نہیں اٹھایا، جہاں تک پولیس کا تعلق ہے، اس نے نہ صرف یہ کہ اپنے فرض سے غفلت برتی؛ بلکہ کہیں اس نے وردی کے بھیس میں غنڈہ گردی کا کھیل کھیلا، اس نے شرپسندوں کی قیادت کی، کہیں اس نے بلوائیوں اور دوسرے کی جان و مال سے کھیلنے والوں کی مدد فراہم کی اور کہیں ان کا پورا پورا تحفظ کیا، اس کی یہ کالی کرتوت کیمرے کی نظروں میں قید ہے، شاید پولیس کی اسی نااہلی اور اپنے فرائض سے منہ موڑنے کا ہی نتیجہ تھا کہ قومی سلامتی کے مشیر اجیت ڈوبھال نے پولیس افسران کو ان کے بنیادی فرائض کی یاد دہانی کراتے ہوئے کہا کہ ''اگر پولیس قانون نافذ کرنے میں 'ناکام' ہوتی ہے تو یہ جمہوریت کی ناکامی ہے۔'' یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے کہ کسی فساد کے دوران پولیس پر نااہلی یا اپنے فرائض سے منہ موڑنے کے الزامات لگے ہیں بلکہ پولیس کی جانبداری اور مظلومین کے ساتھ سوتیلے برتاؤ کی داستان اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ اس ملک میں فرقہ وارانہ فسادات کی تاریخ ہے۔

ملک ومعاشرہ اس وقت ترقی کرتا ہے جب انصاف کا بول بالا ہو، جب قانون کی نظر میں سب برابر ہو جائیں، جب عدالتیں وقت پر فیصلے کرنا شروع کر دیں لیکن شومئی قسمت کہ وطن عزیز میں اس وقت یہ چیزیں مفقود ہیں۔ انصاف آپ کی دہلیز پر ایک نعرہ تو ہے لیکن اس نعرے کو عملی جامہ پہنانے میں شاید ابھی کئی دہائیاں لگ سکتی ہیں کیونکہ انصاف کی راہ میں سہولت سے زیادہ ہمارے ہاں روڑے اٹکائے جاتے ہیں۔ قانون کی نظر میں سب برابر ہیں، یہ آپ کو اخبارات وتقاریر میں سننے کو تو بکثرت ملتے ہیں، لیکن حقیقی معنوں میں صورتحال اس کے بالکل ہی برعکس ہے۔

گزشتہ دنوں کی ایک خبر یہ ہے کہ دہلی فساد کے دوران تشدد کے مزید دو معاملوں میں دہلی پولیس کی خصوصی انویسٹی گیشن ٹیم عام آدمی پارٹی کے معطل کونسلر طاہر حسین کے خلاف چارج شیٹ داخل کرنے جا رہی ہے۔ اور دوسری خبر یہ ہے کہ حزب المجاہدین کے دہشت گردوں کو پناہ دینے والے اور پارلیمنٹ پر دہشت گردانہ حملہ و پلوامہ اٹیک میں ملوث ہونے کے ملزم جموں وکشمیر کے سابق ڈی ایس پی دویندر سنگھ کو دہلی کی ایک عدالت نے ایک لاکھ روپے کی ضمانت پر رہا کر دیا ہے، اس کی رہائی سے زیادہ اہم رہائی کی وجہ ہے اور وہ یہ کہ دہلی پولیس کی اسپیشل انویسٹی گیشن ٹیم قانون کے مطابق گرفتاری کے نوے دنوں کے اندر ملزم کے خلاف چارج شیٹ فائل کرنے میں ناکام رہی اور اسی کو بنیاد بنا کر کورٹ نے ملزم کی ضمانت منظور کر لی۔ واضح رہے کہ جنوری ۲۰۲۰ء میں ڈی ایس پی دویندر سنگھ کو دو دہشت گردوں کے ساتھ اس وقت گرفتار کیا گیا تھا جب یہ تینوں ایک کار میں سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے۔ اِس پر الزام ہے کہ اس نے کالی کمائی کے ذریعہ بے شمار دولت جمع کر رکھا تھا اور دہشت گردوں کو پناہ دینے کے لیے تین الگ الگ گھر بنا رکھے تھے۔ یہ وہی ڈی ایس پی ہے جس کو ۱۹۹۲ء میں ڈرگس اسمگلنگ کے معاملہ میں معطل کر دیا گیا تھا، بعد میں اس نے معافی مانگ لی اور پھر سے بحال کر دیا گیا۔ کتنی دلچسپ بات ہے کہ دہلی پولیس ایک معاملے (جس میں مسلمان ہے) میں تو غیر معمولی پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملزم کے خلاف چارج شیٹ پر چارج شیٹ داخل کرتی جا رہی ہے، مگر دوسری طرف اس کی سستی وکاہلی کا یہ عالم ہے کہ ملکی سلامتی جیسے حساس ترین معاملے میں نوے دن سے زائد کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی اسے ملزم کے خلاف کچھ بھی نہیں ملتا اور وہ اطمینان سے اس کی رہائی کا راستہ صاف کر دیتی ہے۔ پولیس اپنی ذمہ داریوں کو کس طرح ادا کر رہی ہے اسے سر کی آنکھوں سے دیکھا اور سمجھا جاسکتا ہے۔ جہاں ایک طرف کھلے عام فساد برپا کرنے کی دھمکی دینے والا کپل مشرا ''ملک کے غداروں کو، گولی مارو ......کو'' کا نعرہ لگانے والا انوراگ ٹھاکر اور پرویش ورما کو سرکاری تحفظات وسہولیات فراہم ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۷ رپر)

پولیس کی حیوانیت پر سماج کی خاموشی

محمد شہزاد

کورونا وبا کی وجہ سے پوری دنیا مصیبت میں ہے، لیکن بھارت کو اس مشکل وقت میں ایک ساتھ کئی خطروں اور چیلنجز کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ پولیس کے ذریعہ کیا جارہا ظلم بھی ان میں سے ایک ہے، جس کی حالیہ نظیر تمل ناڈو کے تھوتو کڑی ضلع میں باپ بیٹے کے دردناک قتل کے دلخراش واقعہ کی صورت میں سامنے آئی۔ جئے راج اور ان کے بیٹے بینکس کو مبینہ طور پر پولیس حراست میں محض اس لیے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا کیوں کہ انہوں نے لاک ڈاؤن میں طے شدہ وقت سے زیادہ وقت تک دکان کھولنے کی گستاخی کی تھی۔

تھوتو کڑی ضلع کے کوول پٹی میں واقع ستانکولم میں جئے راج اور بینکس موبائل کی چھوٹی سی دکان چلاتے تھے، الزام ہے کہ ۱۹ر جون کو پولیس کے ذریعہ دکانیں بند کرانے کے دوران بینکس کی ان سے بحث ہوگئی، پولیس نے دونوں باپ بیٹوں کے خلاف ایف آئی آر درج کر لی اور جئے راج کو تھانے لے گئی، والد کا حال جاننے پہونچے بینکس کو بھی پولیس نے حوالات میں بند کر دیا، پولیس نے حراست میں دونوں کو اتنی بری طرح مارا اور جنسی تشدد کا شکار بنایا کہ چند گھنٹوں میں ہی دونوں کی موت ہوگئی۔

اگر دونوں باپ بیٹوں نے لاک ڈاؤن کی خلاف ورزی کی بھی تھی تو انہیں قانون کے مطابق سزا ملنی چاہئے تھی، لیکن حوالات میں پولیس نے ان کے ساتھ جو حیوانیت کی وہ دل دہلانے والی ہے، بینکس کے ساتھ تو پولیس نے ظلم کی ساری حدیں پار کر دیں، اس کے عضو مخصوص میں لاٹھی ڈال دی، دونوں کو خون رسنے کی ہی حالت میں مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا۔ لیکن مجسٹریٹ نے ان دونوں کے خون میں لت پت ہونے کی وجہ جاننے کی بھی زحمت نہیں کی، نتیجتاً پہلے ۲۲ر جون کو بینکس اور پھر ۲۳ر جون کو جئے راج کی موت ہوگئی۔

لاک ڈاؤن کے دوران پولیس کے ظلم وتشدد کی یہ کوئی تنہا مثال نہیں ہے، لاک ڈاؤن کے ضابطوں کو توڑنے پر پولیس کے ظلم وستم کے لاتعداد ویڈیو سبھی نے دیکھے، میلوں پیدل چل کر سفر کرنے والے غریب مزدوروں کو پولیس نے کہیں لاٹھی مار مار کر اٹھک بیٹھک کرائی تو کہیں انہیں مینڈک کی طرح کود کود کر چلنے کو مجبور کیا۔ اتر پردیش کے پیلی بھیت میں باگھ کے حملے میں مارے گئے کسانوں کے اہل خانہ جب معاوضہ کے لیے پر امن مظاہرہ کر رہے تھے تو لاک ڈاؤن کا فائدہ اٹھا کر پولیس نے انہیں بری طرح پیٹا، دنیا جب کووڈ-19 سے لڑ رہی تھی، تب دہلی پولیس سی اے اے اور این آر سی کی مخالفت کرنے والے طلبہ اور تحریک کاروں کو جیل بھیج رہی تھی۔ عجیب بات یہ ہے کہ ان تمام معاملات میں قصوروار پولیس والوں کو کوئی سزا نہیں دی گئی، کارروائی کے نام پر کچھ دنوں کی معطّلی یا پھر تبادلہ ہوا، پولیس محکمہ ایسے معاملوں میں عام طور پر اپنے لوگوں کو بچاتا ہے، معاملہ درج ہونے سے لے کر ثبوت جٹانے اور اسے صحیح طور پر عدالت کے سامنے پیش کرنے تک ہر سطح پر اس کا رخ ڈھیلا ڈھالا رہتا ہے۔

۱۹۹۷ء سے لے کر ۲۰۱۶ء تک بیس سالوں کے اعداد وشمار دیکھیں تو پولیس حراست میں ہوئی ۱۰۷۹ر موتوں میں ۳۸۵ر پولیس والوں کو ملزم بنایا گیا، لیکن ان میں سے صرف آٹھ لوگوں کو سزا ملی۔ یہی وجہ ہے کہ پولیس کے حوصلے بلند ہیں، عجیب بات تو یہ ہے کہ پورے لاک ڈاؤن کے دوران پولیس کے ظلم و تشدد کے واقعات پر مرکزی اور ریاستی حقوق انسانی کی تنظیمیں خاموش تماشائی بنی رہی ہیں، حالانکہ ان میں ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کے علاوہ حقوق انسانی کے لیے کام کرنے والے سماجی کارکنان بھی ہوتے ہیں اور آئینی ادارہ ہونے کی بنیاد پر انہیں حقوق انسانی کی خلاف ورزی پر فوری ایکشن لینے اور متعلقہ قانونی کارروائی میں دخل اندازی کا پورا حق ہے۔

تمل ناڈو کا واقعہ ایسے وقت میں ہوا ہے جب کہ امریکہ میں جارج فلائیڈ نامی سیاہ فام نوجوان کی پولیس کے ذریعہ قتل کیے جانے کے خلاف امریکہ سمیت پوری دنیا میں غم وغصہ کی لہر ہے، امریکہ میں جارج فلائڈ نے سفید فام پولیس افسر ڈیریک شیون کے ہاتھوں آٹھ منٹ کا ٹارچر برداشت کیا، لیکن تمل ناڈو کے واقعہ میں دونوں باپ بیٹوں کو کئی گھنٹوں کا تشدد جھیلنا پڑا۔

جارج فلائڈ کے واقعہ کے بعد امریکہ میں پولیس کی اصلاح کے لیے وہاں کی پارلیامنٹ میں قانون بنانے کی کارروائی چل رہی ہے، ہمارے یہاں بھی اس طرح کے قانون کا شدت سے انتظار ہے، جس کے تحت حراست میں موتوں کے لیے قصوروار پولیس افسران کو بھی کٹھرے میں کھڑا کیا جاسکے۔

(ہندی سے ترجمہ: محمد عادل فریدی، بحوالہ نو بھارت ٹائمز)

بقیہ امیر شریعت مد ظلہ سے ایک یادگار ملاقات...... سیکولرزم پر بات کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ آج کے دن میں کوئی سیاسی جماعت سیکولر نہیں۔ ہاں سوانگ سبھی بھرتے ہیں۔ بھارت سے پہلے یعنی ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان آزاد ہوا۔ بھارت ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء کی رات کے ۱۲:۲۰ر منٹ پر آزاد ہوا۔ یہ وقت جیوتشیوں نے پنڈت جواہر لعل نہرو کے گوش گذار کی تھی؛ کیونکہ وہی شبھ وقت تھا اور پنڈت جی اس پر عامل ہوئے۔

جب آزادی وطن کی پہلی سالگرہ ہوئی، اس وقت صدر جمہوریہ اور راشٹر پتی بھون کے مکین جناب ڈاکٹر راجندر پرشاد تھے، جو بہت تعلیم یافتہ بڑے قابل اور جدو جہد آزادی کے مشہور سپاہی تھے، راشٹر پتی بھون میں پورٹیکو سے سیڑھیاں طے کر کے سائبان میں جایئے تو سامنے سائبان میں فوّارہ ہے اس کے چاروں طرف تراشے پتھروں سے بنا، کم گہرا حوض ہے، اس زمانہ میں رات کو وہ حوض کئی رنگوں کی روشنی سے خوشنما منظر بکھیرتا رہتا تھا، اب پتہ نہیں کیا حال ہے، اسی حوض میں جنگلی پودے اگائے گئے، جس کے بڑے بڑے پتے ہوتے ہیں، ہر پتہ پر **لکچھمی** دیوی کی تصویر بنائی گئی، روشنی اور رنگوں سے ان کا حسن نکھارا گیا، وہ **لکچھمی** پوجا کا دن نہیں تھا، مگر پنڈت جی نے پوجا پاٹ کی، ڈاکٹر راجندر پرشاد اور آئے ہوئے مہمان پوجا کی رسم اور دلآویز منظر کو نہارتے رہے، مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب نے اپنے ہفت روزہ ''صدق جدید'' میں اس پر بڑا تیکھا نوٹ لکھا تھا۔ اس طرح کی باتیں تو بہت پرانی ہوگئیں، اب تو ہر تھانہ میں بڑے بڑے مندر ہیں، اور فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ مندر تھانہ کا ضمیمہ ہے یا تھانہ مندر کا ضمیمہ، کہیں کہیں تھانہ چھوٹا ہے اور مندر بڑا اور بہت نمایاں، ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے کئی ججوں کی کرسی کے پیچھے تھوڑی بلندی پر مورتی موجود ہے، اور مورتی کے زیر سایہ انصاف کا خون ہوتا ہے۔

بات جھارکھنڈ کی نکل آئی تو انہوں نے فرمایا کہ وہ جھارکھنڈ کے مسلمانوں کی ہمہ جہت ترقی کے آرزومند ہیں۔ مسلمانوں کی تعلیمی، معاشی اور معاشرتی ترقی کا تجزیہ اور اسکے اسباب وعلل کے لیے وہ ہر ضلع سے دو نمائندوں پر مشتمل ایک کمیٹی کی تشکیل کرنا چاہتے ہیں، میں نے جو رپورٹ پیش کی تھی اس میں بھی یہ بات پیش کی گئی تھی، ہم جب تک احتساب نہیں کرتے ہمیں اپنی ترقی کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔

ڈاکٹر ظفر اللہ صادق نے کہا کہ حکومت کے نصاب تعلیم میں ۲۰ر فیصد diversion کی اجازت ہے۔ مشن اسکولز اپنے نصاب میں ۲۰ر فیصد کی گنجائش کا فائدہ اٹھا کر مسیحی دینیات (christian theology) کی تعلیم دیتے ہیں، اس کا فائدہ مائینوریٹی اسکولوں میں ہم بھی لے سکتے ہیں۔ ہم دینیات کی تعلیم دے کر اس خانہ کو پر کر سکتے ہیں۔ حضرت امیر شریعت نے فرمایا کہ یہ اسی وقت ہوسکتا ہے، جب ہمارا ذہن اس کام کے لیے آمادہ ہو اور ہم کتابیں تیار کریں۔

موتی بابو جن کی جھارکھنڈ میں رگ بی (Rugby) کے نام پر ۱۵ر سے زیادہ بسیں چلتی ہیں، انہوں نے رحمانی۔ 30 کی ایک شاخ ہزاری باغ میں قائم کرنے کی گذارش کی ہے، دارالقضا کے قیام کے لئے موتی بابو نے اپنی طرف سے ہزاری باغ میں زمین عطیہ دینے کا وعدہ حضرت امیر شریعت کے سامنے کیا، حضرت امیر شریعت نے موتی بابو کے جذبۂ صادق کو سراہتے ہوے، ان کے لیے دعاء خیر فرمائی۔ راہ میں دوران سفر نصاب کمیٹی کی نشست اور کام کی انجام دہی کے لیے سر دست انہوں نے ایک کمرہ دینے کا وعدہ فرمایا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر جھارکھنڈ میں مسلم بچوں کی تعداد بڑھے گی تو انہیں ہزاری باغ میں ایک Coaching centre برائے IIT قائم کر کے خوشی ہوگی۔

فی الحال جو طلبہ ٹیسٹ دینا چاہتے ہیں وہ شوق سے دیں، ٹیسٹ کے مراکز ہر جگہ ہیں۔ ٹیسٹ میں کوالیفائی کرنے پر پٹنہ میں انہیں کوچنگ کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔ موتی بابو کا دوسرا سوال تھا کہ کیا یہ کوچنگ مسلم بچوں کے لیے مختص ہے۔ حضرت نے فرمایا صرف اور صرف مسلم بچوں کے لیے رحمانی ۳۰ر نے کوچنگ کا نظم کیا ہے، جس کا رزلٹ سب کے سامنے ہے اس سال سو سے زیادہ طلبہ IIT کے داخلہ امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حال کے برسوں میں سیکڑوں طلبہ اس ادارہ سے مستفید ہو کر عزت کے ساتھ ملک وملت کی خدمت کر رہے ہیں۔

بات چلتے چلتے لازمی حق تعلیم قانون تک پہونچ گئی RTE قانون کے مطابق ہر اسکول میں ۲۵ فیصد غریب بچوں کے داخلہ لینے کی شرط تھی۔ ایسا نہیں کرنے پر جرمانہ کا Provision تھا۔ حضرت نے فرمایا اس قانون کے نفاذ سے اقلیتی اداروں پر برا اثر پڑتا۔ ۲۵ر فیصد میں کمیونٹی کی شرط نہیں تھی کسی بھی فرقہ سے ۲۵ فیصد کا فری داخلہ لینا قانوناً لازمی تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ انہوں نے کپل سبل وزیر تعلیمات حکومت ہند کے سامنے اس قانون کی خرابیوں کو باوزن اور دلیل کے ساتھ رکھا۔ اسی سلسلہ میں ان سے گفتگو کرتے ہوئے تو تکار سے بھی بات آگے بڑھ گئی۔ لیکن ساری کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت ہند نے اس قانون سے اقلیتی اداروں کے لیے ۲۵ر فیصد غریب طلبہ کے داخلہ کی لازمی شرط کو منسوخ کر دیا۔

دارالقضاء کے قیام کو امت مسلمہ کے لیے نعمت شمار کرتے ہوے حضرت نے فرمایا اب تک جھارکھنڈ میں ۱۳ر دارالقضا قائم ہوچکے ہیں۔ سپریم کورٹ تک اسکی آواز پہونچ چکی تھی، اسے مساوی کورٹ سمجھا جارہا تھا۔ اگر دارالقضاء کے خلاف سپریم کورٹ سے فیصلہ ہوجاتا تو دارالقضاء کا قیام ممکن نہ رہتا، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ نے سپریم کورٹ میں عرضی داخل کر کے اپنے موقف کو رکھا، اور یہ ثابت کر دیا کہ ہندوستان میں ہر فرقہ کو اپنی روایت اور رسم کے تناظر میں، اپنے عائلی مسائل کو حل کرنے کا حق ہے، پھر یہ حق مسلمانوں کو کیوں نہیں دیا جاسکتا، جب کہ ہمارے پرسنل لاء میں اسکی تفصیلات موجود ہیں، بحث کے بعد سپریم کورٹ نے اسے قبول کر کے اجازت دے دیا، دراصل دارالقضاء قائم کر کے ہم عدالت کے بوجھ کو کم کرتے ہیں ہم سپریم کورٹ کے معاون ہیں نہ کہ حریف، ساتھ ہی ہم شریعت کے مطابق فیصلے حاصل کرتے ہیں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی طرف سے ہندوستان میں اب تک ۶۴ر دارالقضا قائم ہوچکے ہیں۔ اور ہر سال دس نئے دارالقضاء کے قیام کا منصوبہ طے ہو چکا ہے۔ مفتی ثناء اللہ جن کی مختلف تصانیف ہیں جو دیوبند کے کتب خانہ سے شائع ہوئی ہیں، ان سے تعارف کے بعد لگ بھگ ڈیڑھ گھنٹہ کی ملاقات میں وہ بھی شریک رہے۔ باہر کے دروازہ پر ملنے والوں کا تقاضا بڑھتا جارہا تھا، حضرت نے دعاء فرمائی اور حضرت کی اجازت سے ہم لوگ ہزاری باغ کے لیے عازم راہ ہوگئے، وقت کی کمی کی وجہ سے ختم بخاری کی تقریب سعید میں ہم لوگ حاضر نہ رہ سکے۔ وفد کی قیادت راقم السطور نے کی۔ دعاء ہے کہ اللہ رب العزت امیر شریعت دامت برکاتہم کی حیات میں برکت عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر قائم رہے؛ تاکہ امت مسلمہ ان کے فکر وعمل سے مستفید ہوتی رہے۔ آمین

بقیہ: امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی ایک ادارہ نہیں بلکہ ادارہ ساز شخصیت تھے، بقول جناب شاہد صدیقی ادارہ ساز شخصیت سے مراد وہ انسان ہوتا ہے جو نہ صرف کسی ادارہ کو قائم کرتا ہے، بلکہ اپنے پیچھے ایسے ایسے لوگوں کو تیار کر کے چھوڑ جاتا ہے جو خود اس کے قائم کردہ اداروں کو قائم رکھتے ہیں، اسے ترقی دیتے ہیں اور نہ صرف اسے زندہ جاوید بنادیتے ہیں بلکہ ایک سے ایک اداروں کا جال بچھاتے چلے جاتے ہیں، مولانا رحمانی کے یہاں مکمل طور سے جمہوری فکر پائی جاتی تھی، اپنی بات پر اڑنے اور دوسرے کی بات کو فوراً مسترد کر ڈالنے والی ذہنیت کا آپ کے یہاں کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا تھا، ان کی فکر میں وسعت تھی اور وہ حالات کی روشنی میں اسلام کا تجزیہ اور تشریح کرتے تھے، وہ جدید ذہن کے لوگوں سے بڑے اطمینان سے اور کھل کر بات کرتے تھے، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا منت اللہ رحمانی، عبدالواحد صدیقی اور مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی علماء کرام کے اس طبقہ سے تعلق رکھتے تھے جو اسلام کی روح کو سمجھتے اور پہچانتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بڑی نرالی تھی، باطل کے سامنے سر جھکانے والے نہیں تھے، حق گو بے باک تھے، مسلمانوں اور ملک کا درد آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، یہی وجہ ہے کہ مختلف لوگوں نے آپ کی وفات کو ملت کے لئے ایک حادثہ عظیم قرار دیا۔

بقیہ انصاف کو انصاف چاہئے...... جامعہ اور شاہین باغ میں علی الاعلان فائرنگ کرنے والوں (رام بھکت، کپل گوجر) کو ضمانت مل جاتی ہے؛ وہیں دوسری طرف پرامن احتجاج کرنے والے جامعہ اور علی گڑھ کے اسٹوڈینٹس کی فریادیں عدالت کے محلات سے ٹکرا کر فضاؤں میں گم ہوجاتی ہیں اور ان کی آوازیں صدا بہ صحرا ثابت ہو رہی ہیں، صفورا زرگر کی ضمانت کی راہ بھی بہت مشکل سے کھلی، ڈاکٹر کفیل خان کو الٰہ آباد ہائی کورٹ سے ضمانت ملنے کے باوجود کھلی فضا میں انہیں سانس لینے کی اجازت نہیں ہے، آخر کیوں؟ کیا صرف اس لیے کہ وہ مسلمان ہے، ان کے نام کے ساتھ مشرا، ورما، ٹھاکر کے بجائے خان لگا ہوا ہے!!! اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ پولیس یک طرفہ اور انتقامی جذبہ سے کارروائی کر رہی ہے، کیوں کہ دہلی فسادات کے نتیجے میں ۵۳ر افراد ہلاک ہوئے تھے جن میں اکثریت مسلمانوں کی تھی جب کہ گرفتار شدگان میں بھی اکثریت مسلمانوں ہی کی ہے۔

اخبارِ جہاں

جنوبی سوڈان: قبائلی تشدد میں ۱۴۱/افراد ہلاک

جنوبی سوڈان کے جونگلئی علاقہ میں تین دنوں تک چلے قبائلی تشدد میں کم از کم ۱۴۱/لوگ مارے گئے ہیں اور ۲۴/دیگر زخمی ہوگئے۔ جونگلئی ریجن پولیس کمشنر جوزف ماثین ایکون نے کہا کہ مسلح حملہ آوروں نے بدھ کو جونگلئی کے پلیاو میں حملہ کیا تھا۔ (یو این آئی)

پاکستان میں ٹرین حادثہ، ۲۰/سکھ عقیدت مندوں کی موت، دس زخمی

پاکستان کے پنجاب صوبہ کے شیخوپورہ کے نزدیک جمعہ کو ایک خوفناک حادثہ میں ایک مسافر ٹرین سے عقیدت مندوں سے بھری ایک وین کے ٹکرا جانے سے کم از کم ۲۰/سکھ مسافروں کی موت اور دس دیگر زخمی ہوگئے۔ ریلوے کے حکام نے بتایا کہ انتظامیہ اور راحت و بچاو عملہ نے پہنچ کر زخمیوں کو نزدیکی اسپتال پہنچایا۔ میڈیا رپورٹوں کے مطابق وین میں سوار بیشتر سکھ مسافر تھے جو ننکانہ صاحب کے سفر سے واپس آرہے تھے۔ (یو این آئی)

امریکی سیاحوں کو اٹلی نے ملک میں داخل ہونے سے روک دیا

کورونا وائرس سے بری طرح متاثر اٹلی نے کووڈ-19 کی وجہ سے بند سرحدیں کھولنے کے بعد ۱۱/امریکی سیاحوں کو ملک میں داخل ہونے سے روک دیا، امریکی سیاح یکم جولائی کو نجی طیارے سے اٹلی پہنچے تھے۔ اٹلی کا یہ اقدام اس فیصلہ کا نتیجہ ہے جس میں یوروپی یونین نے یکم جولائی کو کچھ ملکوں کے شہریوں کو یورپی ملکوں میں داخلہ کی اجازت دی تھی، اس فہرست میں امریکہ شامل نہیں ہے۔ (یو این آئی)

دنیا بھر میں ایک کروڑ گیارہ لاکھ افراد کورونا متاثر پانچ لاکھ ۲۹/ہزار سے زیادہ اموات

عالمی وبا کورونا وائرس (کووڈ-19) کے پھیلاؤ میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور متاثرہ افراد کی تعداد دنیا بھر میں ایک کروڑ گیارہ لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے جبکہ اس سے مرنے والوں کی تعداد پانچ لاکھ ۲۹/ہزار سے زیادہ ہوگئی ہے۔ امریکہ کی جان ہاپکنز یونیورسٹی کے سینٹر فار سائنس اینڈ انجینئرنگ (سی ایس ایس ای) کے جاری کردہ تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق، دنیا بھر میں کورونا متاثرین کی تعداد 1,11,90,678 ہوگئی ہے جبکہ 5,29,113 افراد اپنی زندگیوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں، اب تک 62,97,910 افراد نے اس بیماری کو شکست دے کر شفا حاصل کی ہے، جبکہ 43,63,655 افراد ابھی بھی اس بیماری سے متاثر ہیں۔ (worldometer.info)

نیوزی لینڈ مساجد کے سفاک حملہ آور کو ۲۴/اگست کو پھانسی دی جائے گی

نیوزی لینڈ میں دو مساجد میں اندھا دھند فائرنگ کر کے ۵۰/نمازیوں کو شہید کرنے والے آسٹریلوی حملہ آور کو ۲۴/اگست کو سزائے موت دی جائے گی۔ نیوزی لینڈ کی عدالت عالیہ کے جج جسٹس کیمرون مینڈر نے مساجد پر حملے میں ملوث آسٹریلوی شہری برینٹن ٹارنٹ کو سزائے موت سناتے ہوئے پھانسی کی سزا کے لیے ۲۴/اگست کی تاریخ مقرر کی ہے۔ واضح رہے کہ گزشتہ برس ۱۵/مارچ کو نیوزی لینڈ کے کرائسٹ چرچ کی دو مساجد ''مسجد النور'' اور ''لِن ووڈ مسجد'' میں آسٹریلوی سفید فام انتہا پسند مسیحی نے اندھا دھند فائرنگ کر کے ۵۱/نمازیوں کو شہید اور ۴۰/کو زخمی کر دیا تھا۔ مجرم نے سفاکانہ حملے کی ویڈیو فیس بک پر لائیو نشر کی تھی۔ (نیوز ایکسپریس)

یورپ تاریخ کے انتہائی مشکل ترین دور سے گزر رہا ہے: میرکل

جرمن چانسلر انگیلا میرکل نے کہا ہے کہ یورپ اس وقت تاریخ کے مشکل ترین دور سے گزر رہا ہے اور کورونا وائرس کی وجہ سے معیشت پر پڑنے والے اثرات سے نمٹنے کے لیے ممکنہ اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ جرمنی کے یورپی یونین کی صدارت کا عہدہ سنبھالنے کے بعد جرمن چانسلر انگیلا میرکل اور یورپی کمیشن کی صدر اُرزولا فان ڈیر لائن نے یورپی یونین کے لیے کورونا وائرس بحالی فنڈ کے حوالے سے معاہدہ کی جلد از جلد تکمیل پر زور دیا۔ دونوں جرمن رہنماؤں نے ایک ورچول پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے یورپی یونین کی صدارت کے مدنظر اگلے چھ ماہ کے لیے جرمنی کے اہداف کا خاکہ پیش کیا۔ خیال رہے کہ جرمنی نے بدھ کے روز یورپی یونین کی صدارت باضابطہ طور پر سنبھالی تھی۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

بحرین میں طلبہ کو گاڑیوں میں بٹھا کر گریجویشن تقریب کا اہتمام

بحرین میں بدھ کے روز ایک ہائی اسکول کی گریجویشن تقریب کا انعقاد کھلے مقام پر کیا گیا۔ اس موقع پر طلبہ کے والدین اور سرپرست اپنی گاڑیوں میں بیٹھے اس سرگرمی میں شریک رہے۔ اسکول کی انتظامیہ نے کرونا وائرس کی وبا کے سبب تقریب کو اس طریقے سے منعقد کیا۔ بحرین میں لوگوں کے اجتماع پر پابندی عائد ہے۔ بحرین کے وزیر اعظم شہزادہ خلیفہ بن سلمان آل خلیفہ کے زیر سرپرستی رواں سال ''ابن خلدون نیشنل ہائی اسکول'' کے انٹرمیڈیٹ طلبہ کے ۲۹/ویں بیچ میں ۹۵/طلبہ فارغ التحصیل ہوئے۔ ہر طالب علم تقریب میں پورے وقت اپنی گاڑی میں موجود رہا۔ صرف سرٹفکیٹ کی وصولی کے موقع پر طالب علم کو گاڑی سے نکل کر اسٹیج پر آنے کی اجازت دی گئی۔ اس موقع پر بھی تمام لوگوں کے بیچ دو میٹر کا مقررہ سماجی فاصلہ رکھا گیا۔ (العربیہ ڈاٹ نیٹ)

لیلک الصفدی: سعودی عرب کی پہلی خاتون وائس چانسلر

سعودی عرب کے وزیر تعلیم ڈاکٹر حمد آل الشیخ نے ڈاکٹر لیلک الصفدی کو سعودی الیکٹرونک یونیورسٹی کی وائس چانسلر مقرر کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اس طرح وہ پہلی خاتون ہیں جو سعودی عرب کی ایسی جامعہ کی صدر نشین بننے جا رہی ہیں جہاں طلبہ و طالبات دونوں زیر تعلیم ہیں۔ جمعرات کے روز شاہی فرمان کے ذریعے مملکت کی پانچ جامعات کے نئے سربراہان کے تقرر کی منظوری دی گئی۔ ان میں ڈاکٹر ممدوح بن ثنیان آل سعود کو اسلامی یونیورسٹی، ڈاکٹر محمد الشائع کو الجوف یونیورسٹی، ڈاکٹر یوسف عسیری کو طائف یونیورسٹی اور ڈاکٹر محمد صفحی کو بیشہ یونیورسٹی کا سربراہ مقرر کیا گیا ہے۔

سید محمد عادل فریدی

طلبہ کا رخ امریکہ اور برطانیہ کی بجائے جرمنی کی طرف

کورونا وائرس کی نئی قسم سے پھیلنے والی عالمی وبا کی وجہ سے امریکہ اور برطانیہ میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کو انتہائی پیچیدہ صورت حال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ امریکہ اور برطانیہ میں کئی غیر ملکی طلبہ کو اپنے کمرے خالی کرنے پڑے تھے کیونکہ حکومت وبا کو کنٹرول کرنے کی کوشش میں تھی۔ اس کے علاوہ کئی طلبہ کو جز وقتی نوکریوں سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔ ایک افسوس ناک صورت حال یہ بھی تھی کہ تعلیم حاصل کرنے والے ہزاروں غیر ملکی طلبہ پردیس میں بے یار و مددگار ہو کر رہ گئے کیونکہ ان کے پاس رہنے کے لیے چھت نہیں رہی اور کھانے کے لیے پیسے تک نہیں بچے تھے۔ ایسے حالات کی اطلاعات جب ان کے ممالک تک پہنچی تو وہ طلبہ پریشانی کا شکار ہو کر رہ گئے، جو مغربی ملکوں کی درس گاہوں میں تعلیم حاصل کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ اس کی ایک بڑی وجہ سرحدوں کی بندش اور فضائی سفر کا معطل ہونا بھی تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے ملک سے کسی اور ملک میں تعلیم کا خواب بھی ادھورا ہو کر رہ گیا کیونکہ کلاس روم کی جگہ آن لائن کلاسوں نے لے رکھی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ غیر ملکی طلبہ کو معمول کی فیسیں بھی ادا کرنا پڑی ہیں۔

میشائل گائبل یورپی یونیورسٹیز ایسوسی ایشن کے ڈائریکٹر ہیں۔ اس ایسوسی ایشن کے ساتھ آٹھ سو سے زائد یونیورسٹیاں وابستہ ہیں۔ ڈی ڈبلیو کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے میشائل گائبل کا کہنا تھا کہ امکان ہے کہ رواں برس کے موسم سرما کے سیمیسٹر کے لیے نئے طلبہ کی تعداد خاصی کم ہو سکتی ہے۔ گائبل کے مطابق بنگلہ دیش، تھائی لینڈ یا چین میں بدستور بے یقینی چھائی ہوئی ہے اور یہ داخلے لینے کے لیے بہتر صورت حال نہیں ہے۔

ایسے اندازے لگائے گئے ہیں کہ امریکہ اور برطانیہ کو نئے داخلوں میں کمی کی صورت میں اربوں ڈالر کا نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔ یہ نقصان ایسے وقت میں ہو رہا ہے جب ان ملکوں کی اقتصادیات کو کورونا کی وبا سے شدید مسائل کا سامنا ہے۔

بین الاقوامی طلبہ کو امریکہ میں سالانہ فیس کے طور پر پچاس ہزار ڈالر یا اس سے زائد ادا کرنے پڑتے ہیں اور فیسوں کا تناسب برطانیہ کے لیے بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ یہ امر اہم ہے کی برطانیہ اور امریکہ کی معیشت میں ایجوکیشن اکانومی کا اہم کردار ہے۔ برطانیہ میں ہر سال پانچ لاکھ کے قریب اسٹوڈنٹس مختلف یونیورسٹیوں میں داخلہ لیتے تھے اور ان سے برطانوی خزانے میں اکیس بلین ڈالر جمع ہوتے تھے لیکن رواں برس ایسا نہیں دکھائی دے رہا۔

اس صورت حال کا احساس بیشتر امریکی یونیورسٹیوں کی انتظامیہ کو بھی ہو چکا ہے۔ کرانیکل آف ہائر ایجوکیشن نامی جریدے کے مطابق یونیورسٹیوں میں ملازم تقریباً اڑتالیس ہزار افراد کو جز وقتی یا فارغ کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ ساری دنیا میں ایجوکیشنل سیکٹر میں ہزاروں ملازمتوں کو ختم کرنے کے اقدامات کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ برطانیہ میں اس سیکٹر میں تیس ہزار نوکریاں ختم ہونے کا قوی امکان ظاہر کیا جا رہا ہے۔ امریکی اور برطانوی یونیورسٹیوں کی صورت حال کے تناظر میں میشائل گائبل کا کہنا ہے کہ یورپی یونیورسٹیوں کو ایسے حالات کا سامنا شاید نہ ہو کیونکہ ان کی سرپرستی حکومتیں کرتی ہیں۔

گائبل کے مطابق وبا کے دوران بھی یورپی یونیورسٹیاں انٹرنیشنل طلبہ کو راغب کرنے کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں اور امکان ہے کہ یہ اپنا نصاب آن لائن پڑھانے میں بھی کامیاب ہو سکتی ہیں اور اس مقصد کے لیے اضافی اسٹاف کا بندوبست کرنا ضروری ہوگا۔ گائبل کے خیال میں ''سوشل ڈسٹینسنگ'' کی وجہ سے ہر کلاس کا حجم چھوٹا رکھنا ہوگا۔ بعض تعلیمی ماہرین کا خیال ہے کہ جرمنی کو بین الاقوامی طلبہ کو اپنے اداروں کی جانب مائل کرنے کا موقع ملا ہے۔ ویسٹ سکسن یونیورسٹی برائے اپلائیڈ سائنسز نے تو اعلان کیا ہے کہ اسے انٹرنیشنل طلبہ کا انتہائی حوصلہ بخش ریسپانس ملا ہے۔ امریکہ اور برطانیہ ایجوکیشنل سیکٹر پر غلبہ رکھتے ہیں لیکن اب جرمنی اور فرانس بڑی تیزی کے ساتھ ابھر کر سامنے آئے ہیں۔ دس برس قبل جرمنی میں داخلہ لینے والے غیر ملکی طلبہ کی تعداد ڈھائی لاکھ کے لگ بھگ تھی لیکن 2019 میں اس تعداد میں اٹھاون فیصد کا اضافہ ہوا تھا۔ یورپی یونین سے برطانیہ کے اخراج کا فائدہ بھی جرمنی کو حاصل ہونے کا قوی امکان ہے اور طلبہ کا جرمنی کی جانب واضح جھکاؤ مستقبل میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ ایک بین الاقوامی سروے کے مطابق چوراسی فیصد انٹرنیشنل طلبہ برطانیہ میں داخلہ لینے میں دلچسپی نہیں رکھتے۔ اس وقت جرمنی طلبہ کا پسندیدہ ملک بنتا دکھائی دے رہا ہے اور اس کے بعد ہالینڈ میں بھی غیر ملکی طلبہ کی دلچسپی بڑھ رہی ہے۔ جرمنی میں پڑھنے والے طالب علموں میں سب سے بڑی تعداد چینی طلبہ کی ہے 2018 میں جرمن یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے غیر ملکی طالب علموں میں سے تیرہ فیصد سے زائد کا تعلق چین سے تھا۔ چینی طالب علموں کی تعداد ۳۷/ہزار کے قریب تھی۔ دوسرا نمبر بھارتی طالب علموں کا ہے، جن کی تعداد گزشتہ سال ۱۷/ہزار کے قریب تھی، تیسرا نمبر روسی طلبہ کا ہے، جن کی تعداد گیارہ ہزار آٹھ سو ہے، جرمنی کے پڑوسی ملک آسٹریا سے تعلق رکھنے والے طالب علموں کی تعداد بھی گیارہ ہزار سے زائد تھی، اس کے علاوہ اٹلی، ترکی، ایران، کیمرون اور پاکستان کے طلبہ کی بھی بڑی تعداد جرمنی میں تعلیم حاصل کر رہی ہے۔ (بحوالہ ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168

Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

Mobile: 9576507798 رابطہ اور واٹس اَپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔

Facebook Page: http//@imaratshariah

Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

طب وسائنس

ذہنی دباؤ کو کیسے کم کریں

مادی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی اور انسانی اقدار میں زوال، سماجی زندگی میں روابط کی کمی اور تنہائی ذہنی صحت کو تیزی سے تباہ کر رہے ہیں، خوشیاں مفقود ہو رہی ہیں اور ذہنی وجسمانی عوارض بڑھتے جا رہے ہیں، بالخصوص بڑے شہروں میں نیند کی کمی، جھنجھلاہٹ، غصہ، ڈپریشن، عضلاتی تناؤ اور ان جیسے دیگر کئی عوارض عام ہوتے جا رہے ہیں۔ رب العالمین نے انسان کو عقل کا نور اور ایسا فہم وشعور عطا کیا ہے جس کے ذریعے وہ دانائی وہوش مندی کے ذریعے اچھے اور بُرے کی تمیز کرتا ہے اور یہی وہ نعمت ہے جو تمام جانداروں میں انسان کو ممتاز کرتی ہے۔

یاد رکھیں کہ زندگی کے مسائل ہمیں زندہ رہنے کا حوصلہ دیتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ مسائل ہی زندگی کو بامقصد اور دلچسپ بناتے ہیں۔ اگر انسان زندہ ہے تو اُسے دُکھ سُکھ اور مختلف مسائل کا سامنا کرنا ہے اور زندگی کی روانی ان ہی سے مربوط ہے۔ جب انسان اپنے مسائل سے نمٹنے کے لیے جدوجہد کرتا ہے تو اس کے اثرات دوسروں پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس جب انسان اپنے مسائل کے سامنے ہار مان لیتا ہے تو اس کا ذہن بیمار ہونے لگتا ہے جس کی وجہ سے اس میں کئی قسم کی ذہنی ونفسیاتی بیماریاں پیدا ہونے لگتی ہیں۔ ہمارے اِردگرد بہت سے ایسے مریض ہوتے ہیں جو بظاہر صحت مند نظر آتے ہیں بلکہ صحت مند لوگوں سے زیادہ بہتر کام بھی کر لیتے ہیں اور اس کی وجہ صرف ان کی قوتِ ارادی اور پریشانیوں سے لڑنے کی طاقت میں پوشیدہ ہے۔ وہ عوارض کو اپنے عزت ووقار پر حاوی نہیں ہونے دیتے اور آخری سانس تک باہوش انداز میں زندگی کی تلخ حقیقتوں سے نبرد آزما رہتے ہیں اور یہی کامیابی کی کنجی ہے۔

ذہنی امراض اور ان کی مختلف اقسام: ذہنی امراض کی کئی جہتیں ہیں۔ ایک مرض ڈیلوژن آف ریفرنس Delusion of Reference ہے۔ اس مرض کے شکار مریض کو ایسا گمان ہوتا ہے کہ لوگ اس کے متعلق باتیں کر رہے ہیں۔ ٹی وی دیکھنے، ریڈیو سننے، اخبار یا کتاب پڑھنے پر، کہیں تعریف ہو رہی ہو یا برائی وہ اسی قسم کی صورتحال میں مبتلا رہتے ہیں۔ اسی طرح کچھ افراد ڈیلوژن آف پرسیکیوشن DelusionofPersecution کا شکار ہوتے ہیں، ایسے افراد کو دوسروں سے خطرہ محسوس ہوتا ہے، کھانے پینے کی اشیاء زہر آلود ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ کچھ افراد ڈیلوژن آف پیسیویٹ کا شکار ہوتے ہیں، اس مرض کے شکار افراد کا یہ خیال ہوتا ہے کہ جو کچھ وہ سوچتے ہیں وہ سب کو معلوم ہو جاتا ہے، ایسے بھی محسوس ہوتا ہے کہ ان کے خیالات ان کے نہیں ہیں جبکہ دوسروں کے خیالات پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ تو میرے خیالات ہیں، اس شخص کو کیسے معلوم ہو گئے۔

جذبات اور ہیجانات انسانی جسم پر براہِ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے ذہنی وجذباتی عوامل انسانی جسم کو متاثر کرتے ہیں جن میں بہت زیادہ فکرمندی وتشویش سے معدے کا السر، خوف وصدمہ کی وجہ سے کمزوری وغشی، ذہنی تناؤ کے سبب سر درد، بہت زیادہ پریشانیوں سے انسان کی جنسی صلاحیتوں پر منفی اثرات، بہت زیادہ غصے میں ہائی بلڈ پریشر کا عارضہ، بہت زیادہ فکرمندی کی وجہ سے جِلد پر جھریاں اور بال وقت سے پہلے سفید ہو جانا اور نظام ہضم کے بگاڑ وغیرہ شامل ہیں۔ یہ چند ایک مثالیں ہیں ورنہ انسان کے ذہنی وجذباتی عوامل اس کے جسم پر اثر انداز ہو کر بہت سے پیچیدہ ذہنی، جسمانی ونفسیاتی امراض پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

ایسے افراد جو تھوڑی سی بیماری سے بہت زیادہ پریشان ہو کر اس بیماری کو ذہن پر مسلط کر لیتے ہیں وہ دیر سے صحت مند ہوتے ہیں جبکہ ایسے افراد جو بیماری کو اپنے اوپر سوار نہیں ہونے دیتے وہ بہت جلد یا کئی بار بغیر کسی دوا کے ہی ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ بیماری کو ذہن پر سوار کرنے سے قوتِ مدافعت کمزور ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے انسانی جسم صحت مندی کی طرف راغب ہونے میں دیر لگا دیتا ہے جبکہ بیماری کو مسلط نہ کیا جائے تو قوتِ مدافعت مستحکم رہتی ہے اور بیمار جسم جلد ٹھیک ہو جاتا ہے۔

ذہنی و نفسیاتی صحت برقرار رکھنے کے چند رہنما اصول: 24 گھنٹوں کے دوران 8 گھنٹے کی نیند لازمی لیں تا کہ دن بھر کی تھکاوٹ دُور ہو سکے اور جسم ودماغ کھوئی ہوئی توانائی بحال کر لیں، کھانا آرام وسکون سے کھائیں، غصہ، حسد اور کینہ جیسی منفی عادات سے احتراز برتیں، غصے کے دوران ہمیشہ ضبط سے کام لیں، لوگوں سے ہمیشہ خوش اسلوبی سے ملیں اور چھوٹی موٹی باتوں کو درگزر کریں۔ ہر بات کو اپنے ذہن پر سوار مت کریں، اگر کوئی ناموافق بات سنیں یا نظر آئے تو اسے بھلانے کی کوشش کریں، چھوٹوں سے پیار ومحبت اور بڑے افراد کا ادب کریں، لالچ، حرص وہوس سے گریز کریں، ہر قسم کے نشہ سے دور رہیں، احساسِ کمتری کو کبھی اپنے اُوپر غالب نہ آنے دیں اور مراقبہ یعنی خاموشی ویکسوئی سے ارتکاز اور ورزش کی عادت ڈالیں جو ذہنی وجسمانی صحت کیلئے اکسیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

غربت، بے روزگاری، لوڈشیڈنگ اور خاندانی نظام کی ٹوٹ پھوٹ کے علاوہ بے یقینی اور عدم تحفظ کا بڑھتا ہوا احساس لوگوں میں اضطراب، بے چینی، چڑچڑاپن، غصہ اور ذہنی دباؤ پیدا کرنے کا باعث بنتا جا رہا ہے جو کہ ان کی جسمانی، ذہنی ونفسیاتی صحت کے لیے زہرِ قاتل ہے۔ یاد رکھیں کہ زندگی گزارنے کے لیے ہمیشہ پُراُمید اور مثبت انداز اختیار کریں۔ واہمے اور نااُمیدی انسان کو کمزور کر دیتی ہے اور کمزور انسان بیماریوں کا گڑھ بن جاتا ہے۔ یہ حالت مسلسل رہے تو آخرکار انسان ذہنی، جسمانی اور نفسیاتی امراض میں مبتلا ہو کر نہ صرف اپنی بلکہ اپنے پیاروں کی زندگی کیلئے بھی روگ بن جاتا ہے۔

ایک صحت مند جسم کے لیے صحت مند ذہن کا ہونا ضروری ہے۔ ایسی بے شمار بیماریاں جیسے سر درد حافظے کی کمزوری، ذہنی تھکن، بصارت کی کمزوری ہکلانے کی عادت، ذہنی تناؤ ودباؤ، احساسِ کمتری یا اس طرح کی دیگر بیماریاں جو کہ ذہنی ونفسیاتی ہوتی ہیں لیکن ان کی طرف سے لاپرواہی برتی جاتی ہے جو کہ بعدازاں جسمانی عوارض کا باعث بن کر کئی پیچیدگیاں پیدا کر سکتی ہیں۔ اس لیے اگر ایسے امراض کا علاج کرنے کے لیے منفی نفسیاتی عناصر کا تدارک کیا جائے تو جسمانی بیماریاں خودبخود دُور ہونے لگتی ہیں۔

دنیا کے بیشتر ممالک میں عمومی طور پر لاحق ہونے والے ذہنی ونفسیاتی امراض میں اعصابی دباؤ، احساسِ کمتری، اعصاب زدگی، الزائیمر، تنہائی پسندی، بے خوابی وکم خوابی، بسیار خوابی وخراٹے لینا، نیند کے دوران سانس کا رکنا، پاگل پن، پارکنسن ڈیزیز، رعشہ حسد، حافظہ کی کمزوری، خوف کا فوبیا، خوداعتمادی کا فقدان، خیالات کا تسلط اور تکرارِ عمل، ڈپریشن، افسردگی، ذہنی اضمحلال، بائی پولر ڈس آرڈر، ذہنی تناؤ اور دباؤ، سر درد اور دردِ شقیقہ، شیزوفرینیا، فرسٹریشن، احساسِ محرومی، فالج ولقوہ، مرگی، وہم اور ہسٹیریا وغیرہ شامل ہیں۔

یہ چند ایک بیماریاں ہیں جن کے متعلق عموماً معاشرے میں جنوں کے سایہ کی باتیں کی جاتی ہیں حالانکہ یہ مکمل طور پر ذہنی و نفسیاتی عوارض ہیں۔ بس شرط یہ ہے کہ ان کی طرف دھیان دیا جائے اور ان کا مکمل علاج معالجہ کرایا جائے تو یہ افراد بھی معاشرے کے دیگر صحتمند افراد کی طرح بہتر، خوشحال، قابلِ تکریم اور پُروقار زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

قانون ساز کونسل کے لئے سبھی امیدوار بلا مقابلہ کامیاب

بہار قانون ساز کونسل کے انتخابات کے لئے پارٹی کے تمام امیدواروں نے 9 نشستوں پر بلا مقابلہ جیت حاصل کی ہے۔ نامزدگی کی واپسی کی مدت ختم ہوتے ہی قانون ساز اسمبلی کے سکریٹری بٹیشور ناتھ پانڈے نے باضابطہ جیت کا اعلان کیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے سب کو جیت کا سرٹیفکیٹ بھی دے دیا، تمام امیدوار کی نامزدگی درست پائی گئی۔ 9 ممبران منتخب ہونے کے بعد جدیو کے قانون ساز کونسل میں 23، بی جے پی کے 18، آر جے ڈی کے 6، کانگریس کے تین، ایل جے پی اور اے ایچ ایم کے ایک ایک اور دو آزاد امیدوار ہیں۔ جے ڈی یو-آر جے ڈی نے قانون ساز کونسل کی 9 نشستوں کے لئے 3-3، بی جے پی 2 اور کانگریس 1 امیدوار میدان میں اتارا تھا۔ جے ڈی یو نے غلام غوث، بھیشما سہنی، کومود ورما کو، بی جے پی نے سمراٹ چودھری اور سنجے میوکھ کو نامزد کیا تھا، آر جے ڈی نے سنیل سنگھ، فاروق شیخ اور رام بلی سنگھ کو نامزد کیا تھا، جب کہ کانگریس نے سمیر کمار سنگھ کو اپنا امیدوار منتخب کیا تھا۔ خیال رہے کہ اسمبلی میں ممبران کی تعداد کے مطابق ہر ایک کی پکی جیت پہلے سے ہی طے تھے۔ قانون ساز کونسل کی 9 نشستوں کے لئے انتخابات ہونے تھے، لیکن صرف 9 افراد کی نامزدگی کی وجہ سے یہ انتخاب نہیں ہو سکا۔ اس کے بعد بلا مقابلہ انتخاب کا فیصلہ کیا گیا۔ پیر کو کسی نے بھی نامزدگی واپس نہیں کی، تو اس صورتحال میں سب کی جیت کا فیصلہ ہو گیا۔ قانون ساز کونسل کے انتخابات میں جیتنے کے لئے کسی امیدوار کو کم از کم 25 ووٹوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ (عوامی نیوز ۳۰/جون ۲۰۲۰ء)

کورونا سے ہوئی موت کے بعد ۱۴/لاکھ روپے کا بل

نوئیڈا کے ایک بڑے اسپتال فورٹرس میں کورونا کے ایک مریض کا علاج کے دوران موت واقع ہو گئی، جب اسپتال سے تدفین کے لئے نعش کی درخواست کی گئی تو اسپتال انتظامیہ نے ۱۴/لاکھ روپے کا بل مریض کے بیٹے کے ہاتھ میں تھما دیا اور کہا کہ مکمل بل کی ادائیگی کے بعد ہی نعش دی جاسکتی ہے، یہ ۷/جون کا واقعہ ہے کہ گریٹر نوئیڈا کے تیھارتو اسپتال کے ایک بڑے ڈاکٹر سید احمد علی کو سانس لینے میں تکلیف ہوئی انہیں فورٹرس اسپتال میں داخل کرایا گیا، جہاں ٹسٹ کے دوران انہیں کورونا پوزیٹیو پایا گیا، علاج جاری تھا لیکن ان کی حالت بگڑتی چلی گئی آخرکار وہ ۲۸/جون کو چل بسے، اسپتال انتظامیہ نے ۱۴/لاکھ روپے کا بل بنا کر اس کے بیٹے کے حوالہ کر دیا کہ جب تک روپے ادا نہیں کریں گے نعش نہیں دی جائے گی، پریشان حال بیٹے نے بل ادا کرنے کا وعدہ کیا اور اس کے لئے ایک معاہدہ نامہ تیار ہوا، کہ قسطوں میں ادا کریں گے۔ جس کے بعد ہی انہیں نعش ملی اس واقعہ کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ زیر علاج مریض خود ایک بڑے ڈاکٹر تھے جس کی طرف نہ اسپتال انتظامیہ نے توجہ دی اور نہ ہی اس کا خیال رکھا، دوسری بات یہ کہ اگر کورونا کے مریضوں سے اسپتالوں میں اور ڈاکٹروں کا اسی طرح کا سلوک رہے گا تو ہزاروں مریض بغیر علاج کے نہ صرف دم توڑ دیں گے بلکہ اس وبا کے پھیلنے کا خطرہ بھی بڑھ جائے گا، لہذا سرکار، میڈیا اور حقوق انسانی سے تعلق رکھنے والی تنظیموں کو اس طرف توجہ دینی ہوگی، اور کورونا کے مکمل علاج تک بل کی ایک حد مقرر کرنی ہوگی۔ (عوامی نیوز ۲/جولائی)

اسپتال میں کرونا مریض کے ساتھ ناروا سلوک

کووڈ-19 انفیکشن میں مبتلا مریض طرح طرح کے مسائل سے دوچار ہیں۔ کہیں بیڈ موجود نہیں ہے، کہیں آکسیجن کا انتظام نہیں ہے تو کہیں وینٹی لیٹر کا مسئلہ ہے۔ ہندوستان کے کئی اسپتالوں میں مریضوں کے ساتھ ہو رہے ناروا سلوک اور بدنظمی کی خبریں لگاتار سامنے آ رہی ہیں۔ اس درمیان حیدرآباد کے ایک کورونا مریض کا ایسا ویڈیو سامنے آیا ہے جو انتہائی دردناک ہے۔ مریض نے اپنے مرنے سے کچھ دیر پہلے ہی اس ویڈیو کو بنایا اور بتایا کہ کس طرح ڈاکٹروں نے اس کا وینٹی لیٹر ہٹا دیا اور بار بار کہنے کے باوجود دوبارہ نہیں لگایا گیا۔ دراصل کورونا کے 35 سالہ ایک مریض نے بہت مشکل حالات میں ایک ویڈیو بنا کر اپنے اہل خانہ کو بھیجا تھا جس کی بنیاد پر مرنے والے کے والد نے الزام عائد کیا ہے کہ اسپتال انتظامیہ نے ان کے بیٹے کے علاج میں لاپروائی برتی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ نوجوان کو کورونا انفیکشن کا علاج کرانے کے لیے گزشتہ 24 جون کو حیدرآباد کے سٹی ہاسپٹل میں داخل کرایا گیا تھا، لیکن گزشتہ جمعہ کو اس کی موت ہو گئی۔ اپنی موت سے ٹھیک پہلے جو ویڈیو نوجوان نے گھر والوں کو بھیجا تھا اس میں وہ کافی تکلیف میں نظر آ رہا تھا اور وینٹی لیٹر مہیا نہ کیے جانے کی بات کی تھی۔ (عوامی نیوز ۳۰/جون ۲۰۲۰ء)

قارئین سے دعاء مغفرت کی درخواست

انتہائی رنج وغم کے ساتھ خبر دی جا رہی ہے کہ گزشتہ ۵/ذیقعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۷/جون ۲۰۲۰ء بروز سنیچر حضرت مولانا صغیر احمد صاحب امام وخطیب جامع مسجد کولڈ یہا گریڈیہہ جھارکھنڈ کی والدہ محترمہ تقریباً نوے برس کی عمر پا کر اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) ان کی والدہ مرحومہ تقریباً تین ماہ سے فالج سے متاثر تھیں۔ واضح رہے کہ اس سے قبل حضرت کے والد محترم جناب مولوی عبدالرشید صاحب ۱۷/صفر المظفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۷/اکتوبر ۲۰۱۹ء بروز جمعرات تقریباً 105 سال کی عمر پا کر اس جہاں سے رحلت فرما چکے ہیں۔ مولانا موصوف کے والدین حضرت مولانا عبدالرشید صاحب رانی ساگری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین میں سے تھے۔ قارئین نقیب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

بقیات

بقیہ تعلیمی فکر مندی .... جن گاؤں میں علماء نہیں ہیں اور دوسرے گاؤں کے علماء سے اس کام کے لیے ان کا ربط نہیں ہو پا رہا ہے،، وہاں کے طلبہ ان اوقات کا استعمال عصری تعلیم کے حصول کے لیے بھی کر سکتے ہیں، اس سے ان کو انگریزی اور حساب وغیرہ میں شُد بُد پیدا ہو جائے گی اور بہت سارے موقعوں سے یہ ان کے کام آئے گا، طریقہ کار وہی ہو جو اوپر لکھا گیا، ممکن ہے کہ ان علوم کے حصول کے لئے کچھ رقم بھی خرچ کرنی پڑے۔ ان تجاویز پر عمل کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں ہر جگہ کے علماء، ائمہ اور دانشور حضرات فکر مند ہوں گے تو اور بھی کئی شکلیں سامنے آئیں گی، مقامی سطح پر کوشش کریں اور اپنے علاقہ میں تعلیم کے فروغ کے لیے لگ جائیں، یہ اس وقت کا بڑا کام ہے اور کوئی ادارہ یا فرد ہر جگہ بغیر مقامی لوگوں کی مدد کے اس کام کو نہیں کر سکتا، سب فکر مند ہوں گے تو کام آگے بڑھے گا۔

بقیہ اللہ کی باتیں رسول اللہ ﷺ کی باتیں .... اور اس پر کوئی ناگہانی مصیبت یا افتاد آپڑتی ہے تو حاسد آدمی یک گونہ خوشی محسوس کرتا ہے اور کبھی کبھی غیر شعوری طور پر اس خوشی کا برملا اظہار بھی کر دیتا ہے، اس طرح کی بیمار ذہنیت کے لوگ اسلام کی روح اور اس کی تعلیمات سے کوسوں دور رہتے ہیں، کیونکہ کسی کی مصیبت پر خوش ہونا ایک ناپسند، تکلیف دہ اور اذیت ناک خصلت ہے، اس لئے اس حدیث پاک میں اس مرض کی اصلاح فرمائی گئی کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوش ہوتا ہے اسے اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس مبتلائے مصیبت کو تو عافیت فرما دیں اور اس شخص کو اس مصیبت میں مبتلا کر دیں، کیونکہ یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے کہ ہم دوسروں کے دکھ والم کو اپنے لئے وجہ سکون تصور کریں، ایک مسلمان کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کا غم خوار ہو اگر وہ خدانخواستہ کسی تکلیف یا مصیبت میں دیکھے تو پریشان ہو جائے اور اس کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے اور کچھ نہیں کر سکتا تو اخلاص وللّٰہیت اور دل سوزی کے ساتھ دعاء کرنے سے دریغ نہ کرے، ممکن ہے کہ کردار کی اسی پاکیزگی سے اللہ تعالیٰ اس کو ہر مصیبت سے نجات دیدے، اس لئے قرآن وحدیث میں کسی کو حقیر سمجھنے سے منع کیا گیا ہے۔
ہاں! جو لوگ کسی دکھ اور پریشانی میں مبتلا ہیں یا انہیں کوئی بیماری لاحق ہے تو انہیں چاہئے کہ وہ اللہ سے پناہ مانگیں، دعا ومناجات کریں کہ یا اللہ میری پریشانی کو دور کردے، خطاؤں اور گناہوں کو معاف فرمادے تو رب کریم ہے، اور میں تیرا کمزور وناتواں بندہ ہوں، پھر دیکھئے کہ اللہ کی رحمت کس قدر جوش میں آتی ہے، ہمارے بزرگوں نے مصیبت کی گھڑی میں درود شریف کا کثرت سے ورد کرنے کی تلقین کی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے درود شریف کے فضائل میں لکھا ہے کہ اس کا پڑھنے والا دنیا کی رسوائی سے محفوظ رہتا ہے، انہوں نے حضرت علیؓ کا ایک قول بھی نقل کیا ہے کہ جس کسی کو کوئی حاجت درپیش ہو وہ ہزار مرتبہ پوری توجہ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھ کر اللہ سے دعا مانگے، انشاء اللہ حاجت پوری ہوگی، اس لئے ہر مومن بندہ کو اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے اور مصیبت کے وقت اللہ سے اس کو دور کرنے کی دعا مانگنا چاہئے اور اپنے کسی بھائی کی مصیبت پر خوش ہونے سے بچنا چاہئے۔

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۱۳/۱۰۴۰/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ سیوان)

شبانہ خاتون بنت عباس انصاری مقام سنگھی وارڈ نمبر ۱۱/ڈاکخانہ حسین گنج تھانہ آندر ضلع سیوان۔ فریق اول

بنام

سید علی ولد غلام رسول مقام حکام ڈاکخانہ، تھانہ وضلع سیوان۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ بو نیا روڈ نیئر مخدوم سرائے ضلع سیوان میں عرصہ دو سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۹/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۰/اگست ۲۰۲۰ء روز سوموار بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۱۸/۲۱۳۷/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ جمشید پور)

خدیجہ خاتون بنت محمد اسرائیل مرحوم مقام بنگلہ تانڑ وارڈ نمبر ۱۹/ڈاکخانہ چکردھر پور ضلع مغربی سنگھ بھوم۔ فریق اول

بنام

منصور عالم ولد مختار احمد مقام بنگلہ تانڑ، وارڈ نمبر ۱۹، ڈاکخانہ چکردھر پور ضلع مغربی سنگھ بھوم۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ آزاد نگر جمشید پور میں عرصہ دو سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۷/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۸/اگست ۲۰۲۰ء روز سنیچر بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۴۷/۱۱۱۴۴/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ مدرسہ رحمانیہ سپول)

انجیلا خاتون بنت عبد المجید مقام لدھوڈاکخانہ بلہا تھانہ بیرول ضلع دربھنگہ۔ فریق اول

بنام

محمد منظور ولد محمد مہدی مقام بسولی ڈاکخانہ واری تھانہ سنگھیا ضلع سمستی پور۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ مدرسہ رحمانیہ سپول ضلع دربھنگہ میں عرصہ دس سالوں سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۷/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۸/اگست ۲۰۲۰ء روز سنیچر بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۱۴/۴۵۲/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ گرگاواں، گڈا)

میمونہ خاتون بنت محمد ہارون مقام سیتل، ڈاکخانہ نیانگر، ضلع گڈا۔ فریق اول

بنام

محمد اشتیاق ولد محمد مقبول مرحوم مقام وڈاکخانہ پرسہ، ضلع گڈا۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء گرگاواں ضلع گڈا میں عرصہ چھ سالوں سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۸/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۹/اگست ۲۰۲۰ء روز اتوار بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۳۳/۴۸۶/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ ڈہری اون سون روہتاس)

اجمیرن خاتون بنت محمد ادریس انصاری مقام بستی پور ڈاکخانہ مانک پور تھانہ اندر پوری ضلع روہتاس۔ فریق اول

بنام

ریاض الدین ولد محمد برفاتی مقام ماہ پور باراڈاکخانہ بارانہو تھانہ کرپی ضلع ارول۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء ڈہری اون سون ضلع روہتاس میں عرصہ پانچ سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۹/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۰/اگست ۲۰۲۰ء روز سوموار بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۳۲/۴۸۵/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ ڈہری اون سون روہتاس)

سونی خاتون بنت محمد عبد الحق انصاری مقام درگاپور ڈاکخانہ وتھانہ نواڈیہہ ضلع رہتاس۔ فریق اول

بنام

محمد جبرئیل انصاری ولد شوکت علی انصاری مقام ہاؤس نمبر ۱۴ گلی نمبر ۱، گیان دیوی بابا اسکول نیو مادھونگر ڈاکخانہ، تھانہ دھادری کلن ضلع لدھیانہ، پنجاب۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ جامعہ فلاح الدارین بابو گنج بارہ پتھر، ڈہری اون سون ضلع روہتاس میں عرصہ دو سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۷/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۸/اگست ۲۰۲۰ء روز سنیچر بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

نوہٹہ بلاک ضلع سہرسہ میں پنچایت سطح پر تنظیم امارت شرعیہ کے ذمہ داران کا انتخاب

شعبۂ تبلیغ و تنظیم امارت شرعیہ کے بنیادی شعبوں میں ہے، تبلیغ کے ذریعہ ملت کی مزاج سازی اور تنظیم کے ذریعہ عوام وخواص کا مضبوط و مستحکم ربط امارت شرعیہ سے قائم ہوتا ہے، اس لئے امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ العالی امارت شرعیہ کے دیگر شعبوں کی وسعت وترقی کے ساتھ تبلیغ و تنظیم کے شعبہ کو زیادہ سے زیادہ مستحکم بنانے کے سلسلہ میں مسلسل فکر مند ہیں، حضرت والا کی اسی فکرمندی کے نتیجہ میں ۹/اضلاع میں ضلع اور بلاک کی سطح پر امارت شرعیہ کا تنظیمی ڈھانچہ قائم ہوا، اس کے ذمہ داران منتخب ہوئے، جو اپنے بلاک اور ضلع میں امارت رعیہ کا پیغام اور حضرت امیر شریعت مدظلہ کی ہدایات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہمہ وقت مستعد ہیں، ضرورت تھی کہ بلاک کے ساتھ پنچایت سطح پر بھی ذمہ داروں کا انتخاب عمل میں آئے، تاکہ تنظیمی ڈھانچہ زیادہ سے زیادہ مضبوط بن سکے اور ایک ایک آبادی سے امارت شرعیہ کا مضبوط تعلق قائم رہے، چنانچہ مختلف اضلاع میں بلاک کے ذمہ داروں نے پنچایت سطح کی ذمہ داروں کا انتخاب کیا ہے، اس وقت ضلع سہرسہ میں یہ سلسلہ جاری ہے۔ نوہٹہ بلاک سہرسہ کے ذمہ داروں کے مشورہ سے نوہٹہ بلاک کے پنچایتوں کے ذمہ داران کی جو فہرست موصول کرائی گئی ہے وہ مندرجہ ذیل ہے، امید ہے کہ جو حضرات بحیثیت ذمہ دار منتخب ہوئے ہیں وہ پورے اخلاص وللہیت اور جذبہ خدمت کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے مستعد رہیں گے۔

نمبر شمار	اسمائے گرامی	عہدہ	پنچایت	گاؤں
1	جناب محمد سہراب صاحب	صدر	تلیا کھرکا	دبرا
2	جناب محمد اسلم صاحب	نائب صدر	تلیا کھرکا	رموتی
3	جناب محمد غلام حیدر صاحب	سکریٹری	تلیا کھرکا	دبرا
4	جناب محمد کفیل خان صاحب	نائب سکریٹری	تلیا کھرکا	تلیا
5	جناب مولانا محمد طفیل صاحب	صدر	نوہٹہ پوربی	نوہٹہ
6	جناب قاری عبدالستار صاحب	نائب صدر	نوہٹہ پوربی	بسرا گھاٹ
7	جناب محمد آفتاب عالم خان صاحب	سکریٹری	نوہٹہ پوربی	میر گاؤں
8	جناب محمد قاسم صاحب	نائب سکریٹری	نوہٹہ پوربی	اسلام پور
9	جناب محمد احسان الحق صاحب	نائب سکریٹری	نوہٹہ پوربی	پپراہی
10	جناب منظور صاحب	صدر	نوہٹہ پچھمی	نوہٹہ
11	جناب حافظ صدام صاحب	نائب صدر	نوہٹہ پچھمی	نوہٹہ
12	جناب ابصار الحق خان صاحب	سکریٹری	نوہٹہ پچھمی	نوہٹہ
13	جناب محمد سجابل صاحب	نائب سکریٹری	نوہٹہ پچھمی	نوہٹہ پچھمی
14	جناب حافظ وسیم صاحب	نائب سکریٹری	نوہٹہ پچھمی	نوہٹہ پچھمی
15	ماسٹر محمد عالمین صاحب	صدر	کدلی	پہاڑپور
16	جناب محمد محی الدین صاحب	نائب صدر	کدلی	کدلی
17	حاجی عبدالغفور صاحب	سکریٹری	کدلی	چھتون
18	جناب عبداللہ صاحب	نائب سکریٹری	کدلی	پہاڑپور
19	جناب محمد نعیم الدین صاحب	صدر	قاسم پور	قاسم پور
20	جناب محمد اظہار صاحب	نائب صدر	قاسم پور	پرستم پور
21	جناب عبدالعزیز صاحب	سکریٹری	قاسم پور	ڈمرا
22	جناب محمد ضمیر صاحب	نائب سکریٹری	قاسم پور	ڈمرا
23	جناب محمد حسن نداف صاحب	نائب سکریٹری	قاسم پور	ہیم پور
24	مولانا طفیل احمد ندوی صاحب	صدر	ڈرہار	ڈرہار
25	جناب حافظ اظہار صاحب	سکریٹری	ڈرہار	برہرا
26	مولانا عبدالجبار ندوی صاحب	صدر	بکونیہ	پرناہا
27	مولانا محمود عالم صاحب	سکریٹری	بکونیہ	بکونیہ
28	جناب قاری عبدالصمد صاحب	صدر	ہاٹی	ستاہی
29	جناب محمد عیسی صاحب	سکریٹری	ہاٹی	ستاہی
30	الحاج ماسٹر مجید الرحمٰن صاحب	صدر	شاہ پور، مجھول	مجھول
31	الحاج محمد سمیع اللہ صاحب	نائب صدر	شاہ پور، مجھول	مجھول
32	الحاج ماسٹر عبدالحلیم صاحب	سکریٹری	شاہ پور، مجھول	مجھول
33	جناب ابوطلحہ جاوید صاحب	نائب سکریٹری	شاہ پور، مجھول	مجھول
34	جناب محمد یونس صاحب	صدر	ستور	ستور
35	جناب محمد مقابل صاحب	نائب صدر	ستور	ستور
36	جناب محمد جہانگیر صاحب	سکریٹری	ستور	ستور
37	جناب محمد اعجاز صاحب	نائب سکریٹری	ستور	ستور
38	جناب محمد مامون رشید صاحب	صدر	چندرائن	کوندہ پورنواس
39	جناب محمد ہارون رشید صاحب	نائب صدر	چندرائن	کوندہ پورن واس
40	جناب محمد الیاس صاحب	سکریٹری	چندرائن	کوندہ پورن واس

بچوں کی تعلیمی نگرانی وقت کی ایک اہم ضرورت

علماء، حفاظ، ائمہ کرام، معلمین اور گارجین حضرات توجہ دیں

اس وقت خطرناک وبائی مرض ''کورونا'' کی وجہ سے پورے ملک کی تعلیم گاہیں اور کوچنگ سنٹرس وغیرہ بند ہیں، اقامتی وغیر اقامتی تعلیم گاہوں اور مختلف تعلیمی اداروں سے منسلک طلبہ وطالبات اپنے گھروں میں ہیں، ایسے حالات میں بچوں کو تعلیمی سلسلہ سے جوڑے رکھنا اور گھریلو سطح پر ان کی تعلیم کی نگرانی کرنا کس قدر ضروری ہے، اس سے ہر باشعور آدمی واقف ہے، خاص طور پر جو صورت حال سامنے ہے، اس میں یہ کہا نہیں جاسکتا کہ بچوں کی ضابطہ کی تعلیم کب شروع ہوسکے گی، امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ العالی اس سلسلہ میں مسلسل فکر مند ہیں اور آپ کی طرف سے یہ ہدایت دی جارہی ہے کہ حکومتی حد بندیوں کا لحاظ اور صحت کی حفاظت کا مکمل خیال رکھتے ہوئے بچوں کے گارجین بچوں کو کتاب وقلم سے جوڑے رکھنے کی مکمل فکر کریں، اور جو بھی اچھی سے اچھی شکلیں بن سکتی ہوں ان کو اختیار کریں، امارت شرعیہ کے مختلف تعلیمی شعبوں میں بھی بڑے طلبہ کے لئے آن لائن تعلیم کا نظم کردیا گیا ہے، لیکن بچوں کی بڑی تعداد ایسی ہے جن کے لئے آن لائن تعلیم کسی طرح بھی آسان نہیں ہے، بچے گھریلو ماحول میں عام طور پر پڑھائی پر توجہ نہیں دیتے، ماں باپ کی غیر دانشمندانہ شفقت کی وجہ سے وہ کھیل کود کے عادی ہوجاتے ہیں اور تعلیم سے اس کی رغبت ودلچسپی ختم ہوکر رہ جاتی ہے، ظاہر ہے کہ اتنے لمبے وقفہ تک ان بچوں کا کتاب وقلم سے دور رہنا ان کے لئے کتنا مضر ہے، اس کا اندازہ لگانا کوئی مشکل بات نہیں، بچے ہماری زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ اور ملک وقوم کا سب سے گراں قدر مایہ ہیں، اس سرمایہ کی حفاظت اور اس کی تعمیر وترقی کی فکر یقیناً ایک اہم انسانی اور ایمانی ذمہ داری ہے، چنانچہ امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے حضرت امیر شریعت مدظلہ کی ہدایت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے ایک اخباری بیان میں کہا کہ لاک ڈاؤن کی وجہ سے یقیناً تعلیم گاہوں کا تعلیمی سلسلہ بند ہوگیا ہے، لیکن اللہ کا ایک بڑا فضل یہ ہے کہ اس وقت بڑی تعداد میں علماء کرام، حفاظ قرآن، حضرات معلمین اور تعلیمی خدمت سے جڑے ہوئے بہت سے اساتذہ اپنے گھروں میں ہیں، ہم سب پر اپنی آبادی کا بھی حق ہے، اگر ہم بچوں کی اجتماعی تعلیم کا نظام نہیں چلا سکتے تو کم سے کم مقامی بچوں کی تعلیمی نگرانی ضرور کرسکتے ہیں۔ اگر آبادی میں موجود علماء کرام، حفاظ قرآن اور اساتذہ حضرات بچوں کے گارجین اور ان کے والدین کو خصوصی طور پر گھروں میں بچوں کی تعلیم کے سلسلہ کو مضبوطی کے ساتھ قائم رکھنے کی تلقین کریں، اس کی نگرانی رکھیں، انفرادی طور پر کوئی مشکل درپیش ہو تو اس کے حل کی طرف توجہ دیں تو امید ہے کہ اس مشکل وقت میں ہر گھر میں پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ مستحکم ہوگا۔ موصوف نے خاص طور پر بچوں کے والدین اور گارجین کو متوجہ کیا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں قطعاً غفلت اور کوتاہی نہ برتیں، پڑھے لکھے والدین اپنے بچوں کو اپنا وقت دیں اور اس عمل کو ان کی غذا اور دوا کی طرح ضروری سمجھیں، جن آبادیوں میں امارت شرعیہ کی طرف سے معلمین مامور ہیں، ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی آبادی میں بچوں کی تعلیمی نگرانی کریں۔ انہوں نے کہا کہ جو ہمارے علما، حفاظ، معلمین، ائمہ واساتذہ اس اہم خدمت میں حصہ لیں گے یقیناً یہ ان کے لئے صدقۂ جاریہ بھی ہوگا اور ان کی برکت سے بچوں کا مستقبل روشن وتابناک بنے گا۔

امارت شرعیہ کے شعبہ تبلیغ میں بحالی کے لیے ہونے والے انٹرویو کی تاریخ میں توسیع

امارت شرعیہ کے شعبۂ تبلیغ و تنظیم میں بحالی کے لیے انٹرویو مورخہ ۵/تا ۷/جولائی ۲۰۲۰ء ہونا تھا، لیکن اب انٹرویو کی تاریخ آگے بڑھادی گئی ہے اور اگلی تاریخ ۱۲/تا ۱۴/جولائی ۲۰۲۰ء طے پائی ہے۔ اس لیے امیدوار حضرات ۱۲/تا ۱۴/جولائی کی تاریخ کو سامنے رکھ کر سفر کا نظام بنائیں۔ انٹرویو میں شرکت کے امیدوار ۱۲/جولائی کی صبح نو بجے سے قبل مرکزی دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ پہونچ جائیں۔ انٹرویو کے سلسلہ میں ہر امیدوار کے لیے ۱۴/جولائی تک کا قیام ضروری ہوگا۔ جو خواہش مند حضرات اب تک درخواست نہیں بھیج سکے ہیں، وہ ۸/جولائی تک اپنی درخواستیں دستی /ڈاک/ای میل/ واہٹس ایپ کے ذریعہ بھیج سکتے ہیں۔ **پتہ**: ناظم امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔ 801505

Email: nazimimaratshariah@gmail.com,Whatsapp No: 9608450524

بہار کے ادباء وشعراء سے خصوصی گذارش

بہار سے تعلق رکھنے والے ادباء وشعراء چاہے وہ کہیں بھی مقیم ہوں سے گذارش ہے کہ وہ اپنی مطبوعہ کتابوں کی ایک کاپی مع تبصرہ وایک پاسپورٹ سائز تصویر ذیل پتہ پر حتمی طور پر روانہ کریں۔ بہار کے ادباء وشعراء کی مطبوعہ اردو کتابوں کی انسائکلوپیڈیا ''بہار کی مطبوعہ اردو کتابیں'' کے عنوان سے مرتب کی جارہی ہے، جس میں ۲۰۰۰ء سے ۲۰۲۰ء کے درمیان مطبوعہ کتابوں کی تفصیل شامل کی جارہی ہے۔ مطبوعات اور معلومات ایم اے کریمی سلکی کالج، بمبئی سیل کے سامنے، جی۔ بی۔ روڈ گیا (9471886803) کے پتہ پر ارسال کریں۔

Volume:60/70,Issue:26 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

زندگی میں یہ ہنر بھی آزمانا چاہیے
جنگ کسی اپنے سے ہو تو ہار جانا چاہیے
(پروین شاکر)

سوال پوچھنا، سچ بولنا جرم تو نہیں

محمد اعظم شاھد

صحافت میں کھری کھری باتیں اور سچ کہنے والے اور کسی بھی طرح کی ناانصافی، استحصال، غلط پالیسی، ناقص انتظامیہ پر جرأت مندی سے سوال کرنے والے اور حکومت کو اپنی ناقص کارکردگی کے لیے آئینہ دکھانے والے اور ذمہ دار ٹھہرانے والے صرف چند ہی بے باک اور نڈر صحافی ہمارے وطن عزیز میں رہ گئے ہیں۔ونود دوعا کا نام ان گنے چنے صحافیوں میں لیا جاسکتا ہے جو الیکٹرونک میڈیا میں حکومت سے سوال کرنے اور بے خوف ہوکر سچ کہنے کے لیے جانے جاتے ہیں۔کئی ٹی وی چینلز سے آپ جڑے رہے، مگر غیر جانبدار آزادانہ طریقۂ کار سے کبھی سمجھوتہ نہیں کیا۔''دی وائر''(The Wire) یوٹیوب چینل پر 'جن من گن کی بات' پروگرام میں عصر حاضر کے بدلتے ہوئے حالات پر آپ کے تجزیے مقبول رہے۔ان دنوں HW یوٹیوب چینل پر اپنا ''ونود دوعا شو''(Vinod Dua Show) پیش کرتے آرہے ہیں، جس کے اب تک تین سو کے لگ بھگ اپی سوڈ ہو چکے ہیں۔ ملک میں فرقہ پرستی کی سیاست، عدم رواداری، ضمیر فروش سیاست، آمریت اور فسطائی ذہنیت کی مذمت، مذہبی منافرت، سیاسی ہتھکنڈوں اور عام آدمی کی زبوں حالی پر کھل کر ایک ذمہ دار اور باشعور صحافی کے طور پر بولنے والے اینکر (Anchor) ونود دوعا ہمیشہ فرقہ پرستی کی آنکھوں میں چبھتے رہے ہیں۔کئی بار ان کو الزامات کے کٹہرے میں لا کھڑا کرنے کی مذموم کوششیں کی گئیں، سال ۲۰۱۴ء سے برسر اقتدار مرکزی حکومت کی کارکردگی پر مدلل سوال اٹھانے والے ونود دوعا خوشامد کرنے والی گودی میڈیا کی اصولوں سے خالی صحافت کو ہمیشہ نشانہ بناتے رہے ہیں۔ان کے ہر پروگرام میں واقعیت اور صداقت کے جوہر نمایاں طور پر نظر آتے ہیں، سچ کہنے والے، سوال کرنے والے اور حکومت کو جوابدہ کرنے والے ونود دوعا جیسے صرف چند ہی صحافی ہیں، جو ہندوستان میں آزاد اور بے باک صحافت کو الیکٹرونک میڈیا کی زینت بنائے ہوئے ہیں، اکثریت ان میڈیا اہل کاروں کی ہے جو حکومت کی خوشنودی کے طلبگار بن کر ایک طرف جانبدار خبریں پہونچاتے ہیں۔

اس سال ۱۱/مارچ کو HW چینل پر ونود دوعا شو کا ۲۴۵/واں پروگرام یوٹیوب پر ونود دوعا نے پیش کیا، اس پروگرام میں دو موضوعات پر انہوں نے بحث کی تھی؛ پہلا یہ کہ مدھیہ پردیش میں منتخب ریاستی حکومت جس کی قیادت کمل ناتھ کر رہے تھے، اس کو گرانے میں بی جے پی کی سازش اور کانگریس کے وفادار جیوتی رادتیہ سندھیا کی بی جے پی میں شمولیت اور جوڑ توڑ کی شرمناک سیاست پر نکتہ چینی کی تھی۔دوسری بات اس پروگرام میں یہ تھی کہ انہوں نے سی اے اے اور این آر سی کی مخالفت میں دہلی میں ہوئے فسادات پر وزیراعظم اور وزیر داخلہ کی خاموشی پر سوال اٹھائے اور بھاجپا کے کارکن کپل مشرا کی پولیس کی موجودگی میں اشتعال انگیز دھمکی اور انوراگ ٹھاکر کی نفرت آمیز تقریر ''گولی مارو دیش کے غداروں کو'' پر مذمت کرتے ہوئے کئی سوال اٹھائے تھے۔اس نیوز پروگرام کو لے کر چھ دن قبل دہلی کے لکشمی نگر پولیس تھانے میں ونود دوعا کے خلاف ملک کے امن میں خلل ڈالنے اور غلط خبریں پیش کرنے کے الزام میں ایف آئی آر درج کی گئی ہے۔الزام لگانے والا نوین کمار ہے جو دہلی بی جے پی کا ترجمان ہے، اس سے پہلے وہ زی نیوز (جو گودی میڈیا کا حصہ ہے) سے وابستہ رہا ہے، اس شخص نے تعزیرات ہند (IPC) کی دفعہ ۲۹۰/(عوامی بکواس)، دفعہ ۵۰۵/(حکومت کے خلاف عوام کو بھڑکانا)، دفعہ (۲) ۵۰۵/(امن میں خلل ڈالنے کے لیے عوام کو اکسانا) کے تحت ونود دوعا پر الزام لگایا ہے کہ عوام کو گمراہ کرنے اور غلط بیانی سے کام لے کر انہوں نے حکومت کو اور ملک کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے، جس کے لیے (ونود دوعا) سزا کے مستحق ہیں۔اس نے اپنے ایک بیان میں ونود دوعا پر یہ بھی الزام لگایا ہے کہ یہ (ونود دوعا) صحافت سے ناآشنا ہیں، صرف غلط پروپیگنڈا کرنا ان کا کام ہے۔کئی ٹی وی چینلز پر حکومت کی چاپلوسی کرنے والے کئی ایک نیوز اینکرز ہیں جو روز کوئی بھڑکاؤ کام کرتے رہتے ہیں اور نفرتوں کو ہوا دیتے ہیں، ان کی غلط بیانی پر نہ کوئی گرفت ہوتی ہے اور نہ ہی ان پر قانونی کارروائی، اگر کسی نے ان چاپلوس ٹی وی اینکرز پر کوئی مقدمہ دائر کیا یا پھر کوئی شکایت پولیس میں درج کروائی تو کھلے عام ان کی پشت پناہی میں بی جے پی کے ذمہ دار اوپر سے نیچے تک میدان میں آجاتے ہیں۔ارنب گوسوامی، سدھیر چودھری، دیپک چورسیا، انجنا اوم کشیپ؛ یہ چند نام ہیں اور فہرست طویل ہے جو ''گودی میڈیا'' میں سرکار کی خوشامد میں کام کرتے ہیں۔ونود دوعا پر پولیس تھانے میں FIR درج ہونے پر کئی ایک یوٹیوب نیوز پورٹلس اور سوشل میڈیا میں اس کو پریس کی آزادی پر روک لگانے کے مترادف سمجھا گیا ہے۔میڈیا میں نڈر اور بے باک آوازوں کو خاموش کرنے یا پھر انہیں اقتدار کے زیر اثر کمزور کرنے کی کوششیں اکثر ہوتی رہتی ہیں، مقدمات میں پھنسا کر انہیں پریشان اور ہراساں کرنے کا حربہ فرقہ پرستوں نے کئی بار آزمایا ہے۔پچھلے چند برسوں میں این ڈی ٹی وی کے پرنو رائے پر انفورسمنٹ ڈائرکٹوریٹ نے چھاپے مارے، ابھیسار شرما کو اپنی بے باکی کے لیے اے بی پی (ABP) نیوز چینل سے نکالا گیا، پونیہ پرسون باجپئی کو حکومت سے سوال کرنے اور انتظامی بدحالی کو آشکارا کرنے کے پاداش میں آج تک، اے بی پی نیوز اور سوریہ سماچار چینلز سے دست بردار کیا گیا۔اجیت انجم اور ونود کاملی جیسے اینکرز کو ٹی وی بھارت ورش نیوز چینل سے الگ کر دیا گیا، اس لیے کہ انہوں نے اپنے پروگراموں میں حکومت کی پالیسیوں کا پردہ فاش کیا تھا اور کئی سوال بھی اٹھائے تھے، نوجوان اینکر ساکشی جوشی کو نیوز ۲۴/سے بھی غیر جانبدارانہ صحافت پر عمل پیرا ہونے کے جرم میں باہر کا راستہ دکھایا گیا۔سندیپ چودھری نے نیوز ۲۴/چینل میں تبلیغی جماعت کی حمایت میں کہا کہ بے ضابطگی کئی مقامات پر اور کئی لوگوں نے کی ہے، ان پر بھی اب فرقہ پرستوں کی نظر ہے۔جتنے بھی باشعور اور اصول پسند روشن خیال نیوز اینکرز جن کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے، یہ سب الگ الگ چینلز سے علاحدہ ہونے کے بعد یوٹیوب پر اپنے اپنے پروگرام کر رہے ہیں۔کیوں کہ ہر چینل انہیں اپنے ساتھ رکھنے سے خوفزدہ ہے۔بہرکیف ونود دوعا نے اپنے پروگرام میں جو سوال اٹھائے ہیں وہ واجبی اور دلائل پر مبنی ہیں۔مگر ان کی آواز کو دبانے اور خاموش کرنے اور ان پر قانونی گرفت مضبوط کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔''کہ یہاں چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے''۔کتنے افسوس کا مقام ہے کہ صحافت میں آزاد اظہار خیال کے عالمی معیار میں ہندوستان کا مقام ۱۴۲/ویں نمبر پر ہے۔باوجود اس کے بقول فیضؔ:

بول کہ لب آزاد ہیں تیرے
بول کہ زباں اب تک تیری ہے

کے مصداق حق کی آوازیں گوکہ تعداد ان کی کم ہی رہ گئی ہے، مگر غنیمت ہے کہ یہ آوازیں نڈر اور بے خوف ہوکر حق کی صدائیں بلند کر رہی ہیں، ان کے بلند عزائم جائز ہیں، کیوں کہ ملک کا آئین اس بات کا اختیار دیتا ہے کہ آپ حکومت کی کارکردگی سے متفق نہیں بھی ہوسکتے ہیں اور حکومت سے سوال بھی کرنے کے اہل ہیں۔

حکومت کے پاس نہ کوئی وژن ہے، نہ کوئی پلان

ہندوستان سمیت تقریباً پوری دنیا میں جو وائرس پھیلا ہوا ہے، وہ بڑھتا ہی جا رہا ہے اور اموات کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ان حالات سے ایسا معلوم پڑتا ہے کہ آبادی کے لحاظ سے دنیا کا تقریباً دوسرا سب سے بڑا ملک بغیر حکمراں کے چل رہا ہے۔کل ملا کر یہی کہا جاسکتا ہے کہ بی جے پی کے زیر قیادت مرکز کی مودی حکومت اس وباء پر قابو پانے میں بری طرح ناکام ہوچکی ہے۔ان کے پاس تدابیر اور انتظامات کے کھوکھلے دعوے ہیں، لیکن عوام کو دن بہ دن مشکلات سے ہوکر گزرنا پڑ رہا ہے۔ہندوستان میں کورونا کی وجہ سے لاگو کیا گیا لاک ڈاؤن دنیا میں سب سے طویل مدت کا لاک ڈاؤن ہے۔اس دوران بیروزگاری اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔صرف اپریل میں ہی ۲/کروڑ سے زائد افراد بیروزگار ہوئے ہیں۔حکومت کے پاس مہاجر مزدوروں کا ڈاٹا نہیں ہے۔حکومت کے پاس صرف اتنا ریکارڈ ہے کہ ۲۸/لاکھ لوگوں کی مدد کی۔جب کہ یہ کوئی نہیں بتا رہا ہے کہ وزیراعظم کیئرس فنڈ سے مزدوروں کو کتنا پیسہ دیا گیا۔دنیا بھر میں لیبر محکمے ہیں اور ہر ملک کا محکمہ اپنے لوگوں کی نوکری اور بیروزگاری کا ریکارڈ بتاتا ہے کہ اس ہفتے کتنے لوگوں کو نوکری ملی ہے، کتنے لوگ بے روزگار ہوئے ہیں لیکن ہندوستان کا محکمہ لیبر خود سے یہ نہیں بتاتا کہ کتنے لوگ بے روزگار ہوئے ہیں۔سینٹر فار مانیٹرنگ انڈین اکنامی (سی ایم ای آئی) کے تازہ سروے کے مطابق اپریل میں ۱۲/کروڑ ۲۰/لاکھ لوگ بے روزگار ہوئے ہیں، ان کی نوکری ختم ہوگئی ہے، ان کا کام چھن گیا ہے۔۲۴/مئی تک ۱۰/کروڑ ۲۰/لاکھ لوگ بے روزگار ہوئے ہیں۔ان گھروں میں کتنی مایوسی ہوگی، گھر خاندان پر کتنا برا ذہنی دباؤ پڑ رہا ہوگا۔جس ملک میں ۲۲/کروڑ سے زیادہ لوگ بے روزگار ہوئے ہوں وہاں میڈیا کی خاموشی سینکڑوں سوال کھڑے کرتی ہے، مسئلہ یہ ہے کہ طویل عرصہ تک دوسرے علاقوں میں بھی کام ملنے کا امکان کم ہے۔ایسا نہیں ہے کہ یہاں نوکری گئی تو وہاں مل جائے گی۔مگر ان سے ہمارے نام نہاد حکمرانوں کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔حالات کیسے بھی ہوں موج لیڈروں کی رہے گی، وہ مسائل کا چارہ پھینکیں گے اور عوام غصہ میں کبھی ادھر تو کبھی ادھر ہوتے رہیں گے۔

گزشتہ دنوں ہم نے دیکھا کہ مزدوروں کو ان کے گھر لے جانے والی ٹرینیں بغیر نیوی گیشن کے چل رہی ہیں، جس سے مزدوروں کو بھاری دقتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، کم وبیش حکومت کا بھی یہی حال ہے حکومت کے پاس نہ کوئی وژن ہے نہ ہی کوئی پلان، صرف ایک کے بعد ایک قدم ہوا میں اٹھائے جا رہے ہیں جس کا نتیجہ ہے کہ گزشتہ ۱۱/سال میں ملک کی جی ڈی پی سب سے نچلی ۲ء۴/فیصد پر پہنچ گئی ہے اور آخری سہ ماہی کی شرح ۳ء۱/فیصد پہنچ گئی لیکن حکومت کچھ ٹھوس قدم اٹھانے کے بجائے اس کے لیے کورونا کو ذمہ دار ٹھہرا رہی ہے۔حکومت اگر ایمانداری سے قوت ارادی کا مظاہرہ کرتی تو اس صورت حال کو بہتر طریقے سے ہینڈل کرسکتی تھی لیکن حکومت کے بغیر سوچے سمجھے لئے گئے فیصلوں نے ملک کو اقتصادی بحران کی طرف دھکیل دیا ہے۔وہیں دوسری طرف ریلوے پروٹیکشن فورس (آر پی ایف) کے مطابق حکومت کے ذریعہ چلائی گئی ان ورکرز اسپیشل ٹرینوں میں ۸۰/مزدور اپنی جان گنوا چکے ہیں۔

مزدوروں کے لئے فراہم کرائی گئی ٹرینوں میں نہ پانی کی سہولت ہے نہ کھانے کی اور بغیر نیوی گیشن کے چل رہی ٹرینیں وقت کی حد سے زیادہ دیر سے اپنی منزل تک پہنچ رہی ہیں۔ایسا گزشتہ ۱۶۰/سال میں بھی نہیں ہوا جب ٹیکنالوجی نے اتنی ترقی نہیں کی تھی۔حکومت کو چاہیے تھا کہ کورونا بحران میں لاک ڈاؤن کو صحیح طور سے لاگو کرتی، لیکن حکومت کے پاس کوئی پلان دکھائی نہیں دے رہا ہے جس کا خمیازہ ملک اور عام لوگوں کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔کورونا کا بحران کم ہونے کے بجائے بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ایسے حالات میں لگتا ہے کہ آنے والے حالات اور بھی خوفناک ہوسکتے ہیں۔ایسے میں خود اپنی حفاظت کریں حکومت کے بھروسے بیٹھے رہنے سے حالات سدھرتے دکھائی نہیں دے رہے ہیں۔